ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

10

3 تا 9 ربیع الثانی 1432ھ/ 8 تا 14 مارچ 2011ء

فہم قرآن کے ضمن میں اولین کام

"قرآن ایک ایسی کتاب ہے جس کی طرف دنیا میں بے شمار انسان بے شمار مقاصد لے کر رجوع کرتے ہیں۔ ان سب کی ضروریات اور اغراض کو پیش نظر رکھ کر کوئی مشورہ دینا آدمی کے لیے ممکن نہیں ہے۔ طالبوں کے اس ہجوم میں مجھ کو صرف ان لوگوں سے دلچسپی ہے جو اس کو سمجھنا چاہتے ہیں اور یہ معلوم کرنے کے خواہش مند ہیں کہ یہ کتاب انسان کے مسائل زندگی میں اس کی کیا رہنمائی کرتی ہے۔ ایسے لوگوں کو میں یہاں طریق مطالعۂ قرآن کے بارے میں کچھ مشورے دوں گا اور کچھ ان مشکلات کو حل کرنے کی کوشش کروں گا جو بالعموم انسان کو اس معاملہ میں پیش آتی ہیں۔

کوئی شخص چاہے قرآن پر ایمان رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، بہر حال اگر وہ اس کتاب کو فی الواقع سمجھنا چاہتا ہے تو اولین کام اسے یہ کرنا چاہیے کہ اپنے ذہن کو پہلے سے قائم کیے ہوئے تصورات اور نظریات سے اور موافقانہ یا مخالفانہ اغراض سے جس حد تک ممکن ہو خالی کرلے اور سمجھنے کا خالص مقصد لے کر کھلے دل سے اس کو پڑھنا شروع کرے۔ جو لوگ چند مخصوص قسم کے خیالات ذہن میں لے کر اس کتاب کو پڑھتے ہیں وہ اس کی سطروں کے درمیان اپنے ہی خیالات پڑھتے چلے جاتے ہیں، قرآن کی اُن کو ہوا بھی نہیں لگنے پاتی۔ یہ طریق مطالعہ کسی کتاب کو پڑھنے کے لیے بھی صحیح نہیں ہے، مگر خصوصیت کے ساتھ قرآن تو اس طرز کے پڑھنے والوں کے لیے اپنے معانی کے دروازے کھولتا ہی نہیں ...."

تفہیم القرآن
سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اس شمارے میں

سپرپاور کا اخلاقی زوال

نبی اکرم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی

'مفاہمت' کی سیاست؟

امت مسلمہ کا فرض منصبی

زبان کی پھسلن

جذبہ کبھی پابندِ سلاسل نہیں ہوتا

پاکستان میں سی آئی اے کی سرگرمیاں

تادمِ آخر.......

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سورۃ التوبہ

(آیت:100)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

’’جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔ اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔‘‘

اب تیرھویں رکوع میں مسلمانوں کی درجہ بندی کی جارہی ہے۔ اُس وقت بھی سب مسلمان ایک درجہ کے نہ تھے۔ اُن میں بھی حفظ مراتب کا معاملہ تھا ۔

خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد   نہ ہر زن زن است نہ ہر مرد مرد

نہ تمام مومن ایک جیسے تھے نہ تمام منافق ایک جیسے تھے۔ یہ حکمت قرآنی کا ایک اہم موضوع ہے کہ افراد میں درجہ بندی کی جائے۔ جب کبھی مسلمان معاشرے میں کوئی دینی تحریک اُٹھے گی، اس میں مختلف صلاحیتوں کے لوگ ہوں گے۔ ظاہر ہے، انسانی فطرت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے۔ تو جب بھی اس طرح کی صورت حال پیش آئے تو چاہیے کہ لوگوں کو پہچانا جائے، تاکہ اُن میں صحیح طور پر درجہ بندی کی جاسکے اور اُن کی صلاحیتوں سے بہتر طور پر فائدہ اُٹھایا جاسکے۔ سورۃ النساء میں ہم ایک درجہ بندی دیکھ چکے ہیں یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ یہ درجہ بندی ایک خاص اعتبار سے ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ ایک درجہ بندی یہاں ہمارے سامنے آرہی ہے۔ ایک تو وہ لوگ ہیں جو السابقون الاولون ہیں اور دوسرے ”الذین اتبعوھم باحسان“ ہیں۔ یہ فطرت سلیمہ رکھنے والے نیک سرشت اور عقل سلیم کے مالک لوگ تھے۔ لیکن ان میں بھی دو درجے تھے۔ ایک وہ تھے جن کے سامنے حق آیا تو انہوں نے اُسے پہچانا اور فوراً قبول کرلیا، ذرا تامل نہ کیا۔ یہ نہ دیکھا کہ قبول حق کے نتیجہ میں کیا کیا چھوڑنا پڑے گا اور کیا کیا لازم آئے گا۔ اس قسم کے لوگوں کے لیے حق ہی سب سے قیمتی شے ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ جیسے ہی سامنے آتا ہے، فوراً طے کرلیتے ہیں کہ اُس کو بہرحال قبول کرنا ہے، ہرچہ بادا باد۔ وہ تاخیر نہیں کرتے۔ یہ نہیں دیکھتے کہ اس پگڈنڈی پر چلنے والا تو کوئی ہے ہی نہیں، میں پہلے ہی کیسے چھلانگ لگادوں۔ بڑوں میں کوئی مجھے آگے چلتا ہوا نظر ہی نہیں آرہا۔ بلکہ ان میں وہ ہمت ہوتی ہے کہ مخالفتوں کی پروا کیے بغیر لپک کر حق کو قبول کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ((الناس کالمعادن)) ’’لوگ تو معدنیات کی کانوں کی طرح ہیں۔‘‘ ظاہر ہے، سونے کی کچی دھات (ore) کو صاف کریں گے تو سونا بنے گا۔ چاندی یا تانبے کی دھات کو کتنا ہی صاف کریں وہ سونا تو نہیں بنیں گے، چاندی اور تانبا ہی رہیں گے۔ یہی معاملہ انسانوں کا ہے۔ ان کی بھی طبائع اللہ تعالیٰ نے مختلف بنائی ہیں۔ اُن میں بڑا فرق وتفاوت ہے۔ تو کچھ لوگ السابقون الاولون ہوتے ہیں۔ وہ فوراً حق کو قبول کرلیتے ہیں۔ اُن کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق   عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

کچھ دوسرے سلیم الفطرت لوگ وہ ہوتے ہیں کہ بات اُن کو سمجھ آجاتی ہے، لیکن اُن میں اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ چھلانگ لگادیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ اگر کچھ لوگ آگے چل کر جارہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آگے راستہ موجود ہے۔ اب وہ بھی آگے بڑھتے ہیں اور کہتے ہیں چلو ہم بھی ہمت کرتے ہیں۔ یہ دوسرے درجے کے لوگ ہیں جن کا ذکر یہاں آیا کہ انہوں نے ہمت والے لوگوں کی نیک نیتی کے ساتھ پیروی کی، اُن کے پیچھے چل نکلے، بس اِن میں ہمت کی کچھ کمی ہے۔ یہاں ان دونوں کرداروں کو اکٹھا کردیا گیا ہے۔ یہاں مہاجرین کے ساتھ انصار کو بھی ’’السابقون الاولون‘‘ کہا گیا ہے حالانکہ وہ تو دس گیارہ سال بعد ایمان لائے تھے اور اُن کے پیروکار زمانی اعتبار سے مہاجرین کے پیروکاروں سے کافی پیچھے تھے۔ مگر انصار میں بھی بعض لوگ وہ تھے جنہوں نے حق کو فوری طور پر قبول کیا اور یکسو ہوگئے۔ گویا یہ مزاج کی بات ہے، اِس کا زمانے سے کوئی تعلق نہیں۔ آئندہ بھی ایسا ہوتا رہے گا۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جنہیں حق قبول کرنے میں اس بات قطعاً پروا نہیں ہوتی کہ کوئی آرہا ہے یا نہیں، کوئی ساتھ دیتا ہے یا نہیں۔ خطرات اور مشکلات کی بھی وہ قطعاً پروا نہیں کرتے۔ اُن کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم۔ مگر کچھ لوگ دائیں بائیں دیکھ کر چلتے ہیں، ان میں اتنی ہمت نہیں ہوتی جتنی پہلے والوں میں تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

سپر پاور کا اخلاقی زوال

ماہرین نفسیات ذات کے تحفظ اور جنسی خواہش کی تکمیل کے ساتھ ساتھ برتری کے جذبہ یا غالب آنے کی خواہش، جسے شاید انگریزی زبان میں زیادہ بہتر انداز میں بیان کیا جا سکتا ہے یعنی urge to dominate کو بھی انسان کا بنیادی جبلی داعیہ قرار دیتے ہیں۔ فطرت ان داعیات پر نہ صرف پابندی نہیں لگاتی بلکہ اس کے جائز ذرائع سے تکمیل کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔ یہ معاملہ انسان کا ذاتی سطح پر ہے اور یہی فارمولا اگر انسانی معاشرے اور ریاستیں اپنائیں تو خیر برآمد ہوتی ہے بصورت دیگر شر پھیلتا ہے، جو انسانی معاشروں کے زوال اور ہلاکت کا باعث بنتا ہے۔ ان داعیات کے بے قابو ہونے سے ظلم جنم لیتا ہے۔ ظالم پہلے مخالفین کی تباہی اور ہلاکت کا باعث بنتا ہے لیکن بالآخر اپنی جلائی ہوئی آگ میں خود بھی جل کر بھسم ہو جاتا ہے۔ یہ صرف فلسفہ اور منطق کی بات نہیں ہے بلکہ یہ انسانی تاریخ پر نگاہ ڈالنے سے ایک حقیقت اور واقعہ بن کر سامنے آتی ہے۔ یہ عمل کسی بھی عنوان کے تحت ہو، جن اقوام نے تاریخ میں سپر قوت کی حیثیت سے اپنی جگہ بنائی urge to dominate کہیں واحد محرک تھا اور کہیں جزوِ اعظم، اس فرق کے ساتھ کہ کچھ اقوام نے قومی اور ریاستی برتری کے لیے اپنی قوت اور صلاحیتوں کو میدان میں جھونکا اور کچھ اپنے نظریے کے غلبہ کی خواہش کی تکمیل کے لیے سب کچھ کر گزریں۔

تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عروج حاصل کرنے یا بالفاظ دیگر دنیا کی سپر قوتوں میں اپنا شمار کروانے کے لیے طاقت بہادری، جرأت، اور ذہانت اولین شرائط تھیں تو اچھی حکمت عملی اور اخلاقی برتری نے بھی اہم رول ادا کیا۔ لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ سپر قوت کے مجموعی زوال کا آغاز اخلاق اور کردار کے زوال سے ہوا۔ یعنی کسی بھی سپر قوت کو عسکری اور سیاسی سطح پر اُس وقت تک زوال نہ آیا جب تک اُس کا اخلاق اور کردار زوال پذیر نہ ہوا۔ تاریخ کی تمام سپر قوتوں کے عروج و زوال کی داستان تو یہاں رقم نہیں کی جا سکتی، اس وقت صرف موجودہ سپریم پاور آف دی ورلڈ کا تجزیہ ہی کیا جا سکے گا۔ امریکہ اس وقت ہم سب کی نگاہ میں سپریم پاور آف دی ارتھ ہے۔ کوئی پسند کرے یا نہ کرے، اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ہے کہ جتنی بڑی، جتنی عظیم اور جتنی تباہ کن قوت کے ساتھ امریکہ سپر قوت بنا ہے تاریخِ انسانی میں کوئی دوسری سپر قوت اتنی عسکری برتری اور اتنے وسیع وسائل نہ رکھتی تھی۔ پھر یہ کہ امریکہ اولین سپر قوت ہے جو زمین کے علاوہ خلا میں بھی انتہائی مہلک ہتھیار رکھتا ہے، جہاں سے وہ اہل زمین پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ آج کی تاریخ میں دنیا کے کسی ملک کے پاس امریکہ کے اِن تباہ کن ہتھیاروں کا توڑ نہیں ہے۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ بھی نوشتۂ دیوار ہے کہ امریکہ سپریم قوتوں کی تاریخ میں مختصر ترین وقت کے لیے سپریم پاور ہوگا۔ تجزیاتی نگاہیں اُس کے زوال کے آغاز کو واضح طور پر دیکھ رہی ہیں۔ ہماری رائے میں یہ عجیب و غریب تضاد ہے۔ یعنی تاریخ انسانی کی سب سے زیادہ قوت کی حامل سپر قوت تاریخ میں مختصر ترین وقت کے لیے اپنی سپرمیسی برقرار رکھ سکے گی۔

اس تضاد کی اگر کوئی وجہ سمجھ آتی ہے تو وہ یہ ہے کہ اپنے عروج کے آغاز سے ہی یہ سپر قوت اخلاقی حوالہ سے کوئی اچھا معیار نہیں رکھتی تھی۔ امریکہ دوسری جنگ عظیم کے بعد سپر قوت کی حیثیت سے ابھرا اور 1987ء میں سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد سپریم پاور بنا۔ گویا اُسے سپریم پاور بنے ابھی ربع صدی بھی نہیں گزری تھی کہ وہ اخلاقی زوال کی بدترین سطح پر پہنچ گیا۔ کسی کھلم کھلا جنگ میں مہلک ترین ہتھیار استعمال کرنے کو تو اخلاقیات سے الگ تھلگ رکھا جا سکتا ہے، لیکن ابوغریب جیل میں قیدیوں کے منہ پر پیشاب کرنا، گوانتاناموبے میں انسانوں کو پنجروں میں رکھنا، دوسرے مذہب کی الہامی مقدس کتاب

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

3 تا 9 ربیع الثانی 1432ھ — جلد 20
8 تا 14 مارچ 2011ء — شمارہ 10

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

ایوب بیگ مرزا — محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر "مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

کے اوراق کو غلیظ اور گندے کاموں کے لیے استعمال کرنا، یہ وہ چیزیں ہیں جنہیں انتہا درجہ کی اخلاقی گراوٹ اور پستی کے علاوہ اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔ پھر یہ کہ دشمن کی جاسوسی کرنا تو جنگ کا حصہ قرار دیا جا سکتا ہے مگر دوست ممالک میں جاسوس گھسا دینا اور اُن کے ذریعے پُر امن شہریوں کو قتل کرنا اخلاقیات کا جنازہ نکال دینے کے مترادف ہے۔ امریکی سی آئی اے کے ایجنٹ ریمنڈ ڈیوس نے لاہور میں جس درندگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دو شہریوں کو شہید کیا ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت کے فرعونوں کے سامنے دوسری قوم کے انسان محض کیڑے مکوڑوں کی مانند ہیں۔ تازہ ترین واقعہ میں ان ہی قوتوں نے ریمنڈ ڈیوس سے توجہ ہٹانے کے لیے اور اپنے نام نہاد اتحادی پاکستان کو دنیا میں بدنام کرنے کے لیے اقلیتی امور کے وزیر شہباز بھٹی کو جو عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے، انتہائی بہیمانہ انداز میں دن دیہاڑے قتل کر دیا ہے۔

قصہ مختصر، اخلاقی پستی انتہا کو پہنچی تو معاشی زوال شروع ہو گیا۔ اس وقت عسکری لحاظ سے مضبوط ترین امریکہ دنیا کا سب سے زیادہ مقروض ملک ہے۔ دنیا خاص طور پر اہل پاکستان اور حکومت پاکستان جان لیں کہ اخلاقی اور معاشی زوال سیاسی اور عسکری زوال کا باعث بنے گا۔ مسلمانانِ پاکستان کو اس ظالم قوت سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ الحمدللہ، پاکستان کے عوام تو اس کی عسکری قوت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، اصل مسئلہ تو ہماری قیادت خصوصاً سیاسی قیادت کا ہے جو صورت حال کی تبدیلی کا ادراک ہی نہیں کر رہی۔ کان اور آنکھیں بند کر کے امریکہ کی امامت کو قبول کیے ہوئے ہز ماسٹرز وائس بنی ہوئی ہے۔ اگر ہماری سیاسی قیادت اصولوں کی بنیاد پر اور حق و باطل کا فرق کرتے ہوئے اور امریکہ کو ظالم اور بدکردار سمجھتے ہوئے اس سے الگ ہونے کی اخلاقی جرأت نہیں رکھتی تھی تو کم از کم اس بنیاد پر ہی امریکہ سے الگ ہو جائے کہ یہ کشتی اب ڈوبنے کو ہے۔ یہ بات ہمارے لیے ایمان کا درجہ رکھتی ہے کہ جس قوم کا اخلاق بگڑ جائے، جو ظلم و جبر پر اتر آئے، تباہی و بربادی اس کا مقدر رہتی ہے۔ ہمیں نہ صرف یہ کہ اپنی راہیں اس سے الگ کرنی ہوں گی بلکہ خود اخلاق کی اعلیٰ ترین سطح کی طرف اپنا سفر شروع کرنا ہو گا اور یہ کام ہمارے لیے انتہائی آسان ہے۔ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے احکامات کی پابندی ہمیں اخلاق کی اعلیٰ ترین سطح پر فائز کر دے گی۔ اسی بنیاد پر ہم گزرے ہوئے کل میں سپریم پاور تھے۔ اسی بنیاد پر آنے والے کل کو سپریم پاور ہوں گے، ان شاء اللہ۔

حافظ عاکف سعید

پریس ریلیز

ریمنڈ ڈیوس کے حوالے سے روسی ایجنسی کے انکشافات کے بعد امریکہ کی اسلام اور پاکستان دشمنی بارے اب کوئی شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے

آئی ایس آئی اور سی آئی اے کی راہیں جدا ہونے کی خبر مسلمانانِ پاکستان کے لیے اس سال کی سب سے بڑی خوشخبری ہے۔ ماہ ربیع الاوّل کی مبارک گھڑیوں میں یہ جدائی اگر مکمل لاتعلقی میں تبدیل ہو جائے تو پاکستان کا مستقبل انتہائی شاندار اور روشن ہو گا۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے خطاب جمعہ کے بعد میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہی۔ انھوں نے کہا کہ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کا اصل مقصد افغانستان کی اسلامی حکومت کو تباہ کرنا اور پاکستان کے ایٹمی ہتھیاروں پر ہاتھ صاف کرنا تھا۔ انھوں نے کہا کہ ریمنڈ ڈیوس کے بارے میں یہ اطلاعات کہ وہ القاعدہ کے لوگوں کے ذریعے امریکہ پر ایک اور مصنوعی حملہ کروا کر امریکہ کے لیے یہ جواز مہیا کرنا چاہتا تھا کہ وہ پاکستان پر براہِ راست حملہ کر کے اُس کے ایٹمی ہتھیاروں پر قبضہ کرے، ہمارے حکمرانوں کے کان کھول دینے کے لیے کافی ہے۔ امریکہ کی اسلام اور پاکستان دشمنی کے بارے میں اب کوئی شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ ملعون صدر مشرف نے سی آئی اے کو پاکستان میں ایسی سرگرمیوں کی اجازت دے کر وطن عزیز سے غداری کا ارتکاب کیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ سی آئی اے کے بارے میں یہ انکشاف بھی ہوا ہے کہ اُس کے کارندے مساجد، درباروں اور امام بارگاہوں پر حملے کر کے مسلمانوں کو باہم لڑانے کی کوشش کرتے رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ پاکستان کو فوری طور پر دہشت گردی کی اس جنگ سے علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے اور امریکہ کو انتباہ کرنا چاہیے کہ وہ ہمارے قبائلی علاقوں میں ڈرون حملے روک دے وگرنہ جوابی کارروائی کی جائے گی۔ انھوں نے کہا کہ دینی جماعتوں کا امریکی طرزِ عمل کے حوالہ سے موقف درست ثابت ہوا ہے۔ (پریس ریلیز: 25/فروری 2011ء)

شہباز بھٹی کا قتل ریمنڈ ڈیوس کو رہا کروانے والی پس پردہ قوتوں کی کارروائی ہے

اقلیتی امور کے وزیر شہباز بھٹی کا قتل اُن پس پردہ قوتوں کی کارروائی ہے جو ریمنڈ ڈیوس کو رہا کروانا چاہتی ہیں۔ تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے یہ بات شہباز بھٹی کے سفاکانہ قتل کی مذمت کرتے ہوئے کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ اتحادی کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہمارا دشمن امریکہ اب انتہائی اوچھے ہتھکنڈوں پر اُتر آیا ہے۔ شہباز بھٹی کبھی بھی توہین رسالت کا مرتکب نہیں ہوا تھا۔ موقع واردات پر توہین رسالت کے حوالے سے پمفلٹ چھوڑنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کرنے والی رسوائے زمانہ بلیک واٹر تنظیم حکومتِ پاکستان اور عوام کی توجہ ریمنڈ ڈیوس کیس سے ہٹانا چاہتی ہے اور ملک میں انارکی پیدا کرنے کی خواہش مند ہے۔ علاوہ ازیں اس قتل سے دنیا کو یہ تاثر دینا چاہتی ہے کہ پاکستان میں غیر مسلموں کی جانیں محفوظ نہیں ہیں۔ ایسی امریکی کارروائیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ پاکستان کے خلاف کوئی فیصلہ کن کارروائی کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ تمام امریکیوں کے ویزوں کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، تا کہ کرائے کے اِن فوجیوں اور غنڈوں کی جو پاکستان میں قتل و غارت کا بازار گرم کر رہے ہیں اُنھیں ملک بدر کر کے پاکستان کو محفوظ کیا جا سکے۔ اُنھوں نے کہا کہ شہباز بھٹی کے قاتلوں نے اُنھیں قتل کرنے میں ریمنڈ ڈیوس جیسی مہارت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان ایجنٹوں کو ملک سے نکال باہر کرنا ملکی تحفظ اور سلامتی کے لیے ناگزیر ہو گیا ہے۔ (پریس ریلیز: 02/مارچ 2011ء)

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

نبی اکرم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی اور آج کی اُمت مسلمہ

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ماڈل ٹاؤن لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ کے 25 فروری 2011ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! پچھلے دو اجتماعات جمعہ میں سورۃ الاعراف کی دو آیات 156، 157 کے حوالے سے نبی اکرم ﷺ کی شان رحمت کا بیان ہو رہا ہے۔ ان آیات میں آپؐ کی بعض خصوصی شانوں کا ذکر ہوا ہے، اور آخری حصے میں بتایا گیا ہے کہ آپؐ کے سچے اُمتی اور وفادار کون لوگ ہیں کہ جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاص مخصوص کی ہے۔ یہ لوگ وہ ہیں جو چار شرائط پر پورا اُتریں:

﴿فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (الاعراف)

”تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی رفاقت کی اور انہیں مدد دی اور جو نور ان کے ساتھ نازل ہوا ہے اس کی پیروی کی، وہی مراد پانے والے ہیں۔“

یعنی ان چار شرائط میں سے پہلی یہ ہے کہ وہ لوگ آپ پر ایمان لائیں۔ اور ایمان سے مراد محض زبان سے آپؐ کی نبوت و رسالت کا اقرار نہیں، بلکہ ایمان حقیقی مراد ہے۔ دوسرے یہ کہ آپؐ کی عزت و توقیر کریں۔ تیسرے یہ کہ آپؐ کی نصرت کریں۔ یعنی آپؐ کے مشن میں آپ کا ساتھ دیں۔ ظاہر ہے، آپؐ کا مشن غلبۂ دین حق ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں تین مقامات پر فرمایا گیا: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبة:33)

”وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر (ﷺ) کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔“ اور آپؐ کا یہ مشن اتمامی شان کے ساتھ اُس وقت پورا ہوگا جب کل روئے ارضی پر اسلام غالب ہوگا۔ چوتھے یہ کہ اُس نور کا اتباع کریں جو آپؐ پر نازل ہوا۔ یعنی قرآن و سنت کے مطابق زندگی گزاریں۔ یہی لوگ آپؐ کے سچے اُمتی ہیں اور یہی فلاح سے ہمکنار ہونے والے ہیں۔ اللھم ربنا اجعلنا منھم

اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپؐ کو رحمۃ للعالمین کا خطاب دیا گیا: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (الانبیاء:107)
اور یہ خطاب آپؐ کو خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، کسی عقیدت مند نے نہیں دیا۔ آپؐ اس عالم کے لیے بھی رحمت ہیں اور اُس عالم کے لیے بھی رحمت ہیں۔ اِس عالم کے لیے آپؐ کی رحمت کا ایک پہلو وہ تھا جو آپؐ کی حیات طیبہ کے دوران تھا اور وہ سب کی سمجھ میں آ رہا تھا۔ آپؐ نزول وحی سے قبل بھی سراپا رحمت تھے۔ جس کا مظہر یہ ہے کہ آپؐ غریبوں، مسکینوں، یتیموں، بیواؤں کی خبرگیری اور ضرورت مندوں کی ہر ممکن مدد فرماتے تھے۔ اور نزول وحی کے بعد آپؐ کی رحمت کا سب سے بڑا مظہر یہ ایک ہی فکر تھی کہ نوع انسانی کو جہنم کے خوفناک انجام سے کیسے بچایا جائے۔ پھر آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا ظہور اپنے ساتھیوں سے محبت اور شفقت کی صورت میں اور بدخواہوں کی گالیوں کے جواب میں دعائیں دینے کی صورت میں ہو رہا تھا۔ فتح مکہ پر آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا یہ عالم تھا کہ سب لوگوں کو معاف فرما دیا۔ یہاں تک کہ وہ لوگ جو آپؐ کے خون کے پیاسے تھے، جنہوں نے آپؐ کو بے پناہ اذیتیں دیں اور آپؐ کے مشن کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کی تھیں اُن سے بھی کوئی بدلہ نہیں لیا۔ آپؐ کے محبوب چچا حضرت حمزہؓ کا مثلہ کرنے اور اُن کا کلیجہ چبانے والی عورت نے بھی معافی مانگی تو اُس سے بھی درگزر فرمایا۔ پس آپؐ کی رحمۃ للعالمینی اُن لوگوں کے سامنے تو بڑی واضح تھی، لیکن ظاہر ہے کہ آپؐ صرف انہی لوگوں کے لیے رحمت نہیں تھے بلکہ ہر دور کے لیے رحمت بن کر تشریف لائے تھے۔ ہمارے لیے غور طلب سوال یہ ہے کہ پھر ہم جو آپؐ کے اُمتی ہیں، جو آپؐ سے اپنی نسبت پر فخر کا اظہار کرتے ہیں، آج دنیا میں ذلیل و خوار کیوں ہیں۔ ذلت و مسکنت اور زوال و انحطاط ہم پر کیوں طاری ہے۔ سو سال پہلے اقبال نے کہا تھا کہ ؎

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

الٰہی! تیری رحمت کا سب سے بڑا مظہر رحمۃ للعالمینؐ ہیں، مگر آپؐ کو ماننے والے آج تیری رحمت سے محروم ہیں۔ جو اس اُمت کا حصہ نہیں ہیں، جو رحمۃ للعالمینؐ کو اللہ کا رسول نہیں مانتے وہ تو پھل پھول رہے ہیں اور دنیا میں سربلند ہیں۔ اس وقت روئے ارضی میں ایک سو ساٹھ کروڑ مسلمان آباد ہیں، مگر یورپ میں جب نبی اکرم ﷺ کے خاکے بنائے جاتے ہیں تو ہم سوائے احتجاج کے اور کچھ نہیں کر پاتے۔ ابو غریب اور گوانتاناموبے کی جیلوں میں، اور بگرام ائربیس پر قرآن مجید کی توہین کی

جاتی ہے، مگر ہم شیطان کے ایجنٹوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہم مسلمانانِ پاکستان جنہوں نے اپنا سب کچھ امریکہ کے چرنوں پر قربان کیا، اپنی ایک بے گناہ بیٹی کو بھی اُس کے چنگل سے نجات نہیں دلوا سکے۔ ذلت و رسوائی کی انتہا یہ ہے کہ ہمیں دہشت گرد، انتہا پسند، اجڈ، جاہل، جذباتی، عقل سے عاری قرار دیا جا رہا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ آپؐ کی رحمۃ للعالمینی میں کوئی شک نہیں کر سکتا۔ اور شک کرے تو مسلمان کیونکر کہلا سکتا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس وقت آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کے مظاہر کیا اور کہاں ہے اور ہم مسلمان ان سے کیوں دور ہیں۔ اس سوال کا ایک جملے میں جواب یہ ہے کہ ہم مسلمان خود اس راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ ہم خود ہی اُس رحمت کو اختیار کرنے اور اُس سے فائدہ اُٹھانے کو تیار نہیں ہیں۔ آپؐ رحمۃ للعالمین ہیں۔ از روئے قرآن آپؐ کی رحمت کے عظیم ترین دو مظاہر ''الھدیٰ'' اور دین حق ہیں۔ ان کا ذکر اس آیت کریمہ میں آیا ہے جو آپؐ کے مقصد بعثت کے حوالے سے قرآن حکیم میں تین مقامات پر معمولی سے فرق کے ساتھ آئی ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾

(التوبۃ:33)

''وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر (ﷺ) کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔''

یعنی آپؐ جہاں بشیر و نذیر ہیں، بہترین واعظ ہیں، تذکیر فرمانے والے ہیں، وہاں آپ کی بھاری ذمہ داری یہ بھی ہے کہ باطل کو جڑ سے اکھاڑ کر اللہ کے دین کو کل نظامِ اطاعت پر غالب کریں۔ اللہ تعالیٰ نے نبی رحمت کو دو عظیم ترین چیزیں عطا فرمائیں، جو آپؐ کی وساطت سے نوعِ انسانی کے لیے اللہ کے عظیم ترین تحفے ہیں۔ ان میں سے ایک ''الھدیٰ'' یعنی قرآن حکیم ہے اور دوسری دین حق ہے۔ پہلی چیز یعنی قرآن حکیم مکمل ہدایت نامہ ہے۔ افسوس کہ آج کے مسلمانوں کو یہ معلوم ہی نہیں کہ یہ ہدایت نامہ کس مسئلہ میں ہے۔ وہ تو قرآن مجید کو صرف مقدس کتاب سمجھ بیٹھے ہیں۔ لہٰذا اس کو ریشمی جزدان میں لپیٹ کر اور خوشبو لگا کر گھر میں کسی اونچی جگہ رکھ دیا جاتا ہے۔ یا اس کا مصرف یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ مرتے ہوئے شخص کو سورۂ یٰسین پڑھ کر سنا دی جائے، تاکہ اُس کی جان آسانی سے نکل جائے، یا اس کی آیات کو گھول کر پلایا جائے، یا بیٹی کو رخصت کرتے ہوئے اُسے قرآن کے سایے تلے رخصت کیا جائے یا قرآن کو جہیز میں دیا جائے، تاکہ باعث برکت ہو۔ ہم نے اسے کتاب ہدایت سمجھا ہی نہیں۔ ہمیں معلوم ہی نہیں کہ یہ ہدایت کس لیے ہے۔ قرآن کے تعلق سے ہمارا حال بھی وہی ہے جو تورات کی نسبت سے یہودیوں کا تھا۔ وہ خوش فہمیوں کا شکار تھے۔ کہتے تھے کہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں۔ سارے نبی ہماری اُمت میں آئے۔ ساری کتابیں ہمارے ہاں آئیں۔ ہم حاملین کتاب و شریعت ہیں۔ ہم کتاب پر عمل کریں یا نہ کریں، ہم چونکہ اللہ کے چہیتے ہیں، لہٰذا بخشے بخشائے ہیں۔ جنت ہماری میراث ہے۔ یہی تصور آج ہمارا ہے۔ جب یہ طے کر لیا گیا کہ اللہ نے جنت پہلے ہی ہمارا مقدر کر دی ہے تو اب دنیا میں جو چاہیں کریں، کوئی حرج نہیں۔ ہم خواہ اللہ کی مرضی کے خلاف زندگی گزاریں، حلال و حرام میں کوئی تمیز نہ کریں، اللہ کے باغیوں کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھائیں، رسول اللہ ﷺ کی سنت کا مذاق اڑائیں، آپؐ کے احکامات سے کھلم کھلا انحراف کریں، اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ ہم بخشے بخشائے ہیں۔ ہم کیوں قرآن کھولیں، اُسے پڑھیں، سمجھیں اور اُس پر عمل کریں اور اُس کے سیکھنے پر وقت لگائیں۔ یہ وقت ہم دنیا کمانے میں کیوں نہ لگائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن کے تعلق سے یہ روش انتہائی مجرمانہ ہے۔ قرآن تو کامل ہدایت نامہ ہے۔ اگرچہ اس کے بہت سارے معجز نما پہلو اور بھی ہیں، مگر یہ اصلاً نوع انسانی کے لیے ہدایت ہے۔ اور ہدایت ہی وہ شے ہے جو زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے انسان کے لیے اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ زندگی کے ابتلا و امتحان ہونے کا یقین دلوں میں راسخ نہیں۔ اگر ہمیں اپنی زندگی کے امتحان ہونے کا صحیح ادراک اور یقین ہو جائے تو نسخۂ ہدایت قرآن حکیم کے حوالے سے ہماری روش یکسر تبدیل ہو جائے، پھر فی الواقع ہم اس کتاب کو اپنا امام اور رہنما بنا لیں۔ دنیا میں عام دستور ہے کہ اگر آدمی کو کوئی مشکل امتحان درپیش ہو کہ جس کے بعد ترقی کے دروازے کھلنے کے امکانات ہوں تو وہ اپنے کے لیے گائیڈ بک تلاش کرتا ہے، ٹیوٹر سے مدد لیتا ہے، تاکہ کسی نہ کسی طرح اس امتحان میں کامیاب ہو جاؤں اور میرا مستقبل سنور جائے۔ ہم دنیا ہی کو سمجھ بیٹھے ہیں اور یہ بات ذہنوں سے نکل گئی کہ دنیا دارالامتحان ہے۔ یہاں کا ایک ایک لمحہ امتحان ہے۔ یہاں اللہ کسی کو دے کر آزما رہا ہے اور کسی سے لے کر آزما رہا ہے۔ کسی کو مشکل حالات سے آزمایا جا رہا ہے اور کسی کی آسانیاں دے کر آزمائش کی جا رہی ہے۔ یہاں جس کو زیادہ دیا گیا ہے اُس کا امتحان تو گویا اور بھی سخت ہو گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم میں تمہارے فقر سے نہیں ڈرتا ہوں لیکن میں ڈرتا ہوں اس بات سے کہ دنیا تم پر کشادہ کر دی جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر دنیا کشادہ کر دی گئی تھی، تو تم رغبت کرنے لگو، جس طرح وہ رغبت کرنے لگے اور تمہیں غافل کر دے جس طرح ان لوگوں کو غافل کر دیا تھا۔'' دولت انسان کو اللہ کی یاد اور آخرت کی فکر سے غافل کر دیتی ہے۔ پھر یہ کہ روزِ حساب انسان کو ایک ایک پائی کا حساب بھی دینا ہوگا۔ انسان سے آخرت میں جو پانچ سوالات پوچھے جائیں گے اُن میں سے دو مال و دولت سے متعلق ہوں گے کہ کیسے کمایا، کن ذرائع سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا۔ اندازہ کیجیے، اس امتحان زندگی کی کیا اہمیت ہے۔ اس کے نتیجے میں صرف یہی نہیں ہوگا کہ انسان کا مستقبل کچھ بہتر ہو جائے گا یا کچھ خراب ہو جائے گا، بلکہ کامیابی کی صورت میں دائمی جنت ملے گی اور ناکامی کی صورت میں جہنم کے دردناک عذاب کا سامنا کرنا ہوگا۔ اس امتحان میں کامیابی اصل کامیابی ہے اور اس میں ناکامی حقیقی ناکامی ہے۔ دنیا کی کامیابی اور ناکامی کی اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں۔ یہاں کی کامیابی اور ناکامی کا معاملہ یہ ہے کہ یہ بذاتِ خود امتحان ہوتی ہیں۔ اللہ کامیابی دے کر بھی آزماتا ہے کہ میرا بندہ کامیاب ہو کر کس روش کا مظاہرہ کرتا ہے۔ آیا میرا شکر ادا کرتا ہے یا پھر کامیابی کا جشن منانے کے لیے گھر میں مجرا پارٹی کا اہتمام کرتا ہے۔ یہی حال یہاں کی ناکامی کا ہے۔ پس ہمارا یہ امتحان زندگی انتہائی اہم ہے۔ اتنا اہم کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا میں ہم کسی مسئلہ کی اہمیت کے اظہار کے لیے ہم کہتے ہیں کہ یہ ہماری زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ امتحان زندگی کی اہمیت بتانے کے لیے یہ الفاظ بھی ناکافی ہیں۔ یہ زندگی موت کے مسئلہ سے بھی کئی گنا اہم ہے۔ اگر اس میں کامیاب ہو گئے تو دنیا کا کوئی بڑا عہدہ یا چند مرلے کا مکان یا کوئی بڑی کوٹھی نہیں ملے گی بلکہ وہ جنت حاصل ہوگی جس کا عرض زمین و آسمان کے عرض جیسا ہے۔ اور اگر اس امتحان میں ناکام ہو گئے تو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں جلنا ہوگا اور اُس سے چھٹکارا کی کوئی صورت

نہ ہوگی۔ جب امتحان زندگی کا نتیجہ اس قدر محکم اور فیصلہ کن ہے تو پھر آخرت کے معاملے میں کوئی رسک ہرگز نہیں لیا جاسکتا۔ افسوس کہ ہم یہ رسک لیے بیٹھے اور آخرت کو بھولے ہوئے ہیں اور سوچ یہ ہے کہ ؎

آخرت کی خبر خدا جانے
اب تو آرام سے گزرتی ہے

قرآن حکیم اس امتحان زندگی میں ہمارا امام اور رہنما ہے۔ یہ انسان کی دائمی اور حقیقی کامیابی کے لیے تیر بہدف نسخہ ہے۔ یہ وہ راستہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے۔ یہ کامل ہدایت نامہ انسان کو نبی رحمت کی عظیم المرتبت ہستی کے ذریعے ملا۔

دوسری چیز جو اللہ نے نبی اکرم ﷺ کو عطا فرمائی اور آپؐ کی وساطت سے پوری نوع انسانی کو بطور تحفہ ملی وہ دین حق ہے۔ یہ وہ نظام عدل ہے، جس میں تمام انسانوں کو ان کو جائز حقوق میسر آتے ہیں، اُن کی بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی اور جان، مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت ملتی ہے۔ یہ نظام اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ پر مبنی اور انسانی مساوات کا علمبردار ہے۔ اس میں سربراہِ مملکت سیاہ و سفید کا مالک نہیں ہوتا کہ جیسے چاہے قانون بنائے اور فیصلے کرے، بلکہ وہ اللہ کے عطا کردہ ضابطہ حیات اور قوانین کو جاری کرنے کا پابند ہے۔ وہ عوام کا خادم ہے۔ چشم فلک نے اس نظام کا نظارہ عہد نبوی اور دورِ خلافت راشدہ میں دیکھا۔ اُس سے پہلے اجتماعی نظام میں تمام اختیارات فرد واحد کے پاس تھے، ہر قسم کے حقوق رائل فیملی کے لیے مخصوص تھے۔ رعایا کی حیثیت محض غلاموں کی سی تھی۔ نوع انسانی احترام انسانیت اور آزادی و مساوات سے نا آشنا تھی۔ اللہ کے عطا کردہ نظام نے انسانوں کو آزادی و مساوات عطا کی، اُسے حقوق دیئے، اُن کے جان و مال کا تحفظ کیا۔ اسلام نے بتایا کہ ایک انسان کا قتلِ ناحق پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ اسلامی حکومت کی حدود میں بسنے والے مسلم و غیر مسلم کے جان و مال اور آبرو کی حفاظت ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اگر کوئی اِسے نقصان پہنچائے گا تو اُسے سخت سزا ملے گی، اور اس معاملے میں کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہوگی۔ مسلمانوں کی مساجد کی طرح غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا بھی تحفظ کیا جائے گا۔ اسلامی ریاست فلاحی ریاست لوگوں کی بنیادی ضروریات خوراک، لباس، علاج معالجہ اور تعلیم کی ذمہ دار ہے۔ اسلامی نظام کے بغیر ہم ان چیزوں کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔

اسلامی نظام سے پہلوتہی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم اہل پاکستان کو نہ تو ہماری جان و مال کا تحفظ حاصل ہے اور نہ ہی ریاست خوراک، تعلیم اور علاج معالجہ جیسی بنیادی ضروریات کی فراہمی کا اہتمام کرتی ہے۔ لوگوں کو عدل و انصاف میسر نہیں ہے۔ یہ سب غیر اسلامی ظالمانہ نظام کا کیا دھرا ہے جو ہم پر مسلط ہے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس ظلم و ناانصافی کے باوجود ہم اسی فرسودہ غیر اسلامی نظام کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں اور رحمۃ للعالمین کے لائے ہوئے اُس نظام کو نافذ کرنے کے لیے تیار نہیں، جو اپنی اصل شان سے جب نافذ ہوا تھا تو اس کی برکات دیکھ کر دنیا کے کروڑوں لوگ خود بخود مشرف بہ اسلام ہوگئے تھے اور انہیں سمجھ آیا تھا کہ آپؐ کی رحمۃ للعالمینی کا اصل مفہوم کیا ہے۔ انہیں یقین ہوگیا تھا کہ واقعی آپؐ نے اِس عالم کے لیے بھی رحمت ہیں اور اُس دوسرے عالم کے لیے بھی رحمت ہیں۔ آج دنیا کے ستاون مسلم ممالک میں کسی ایک ملک میں بھی یہ دین حق، یہ نظام عدل اجتماعی نافذ نہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ یہ کہ ہم نے خود آپؐ کی رحمت کے عظیم مظہر سے اپنے آپ کو محروم کر رکھا ہے، اور یہ ہماری بدنصیبی اور محرومی کی انتہا ہے۔ یہ اُسی طرح کی بات ہے جو نبی کریم ﷺ نے فرمائی کہ ''میری امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ آدمی جس نے انکار کیا اور سرکشی کی وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' پوچھا گیا وہ کون آدمی ہے جس نے انکار کیا اور سرکشی کی آپؐ نے فرمایا: ''جس آدمی نے میری اطاعت و فرمانبرداری کی وہ جنت میں داخل ہوا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا اور سرکشی کی۔'' (صحیح بخاری)

نبی اکرم ﷺ تو قیامت تک اس عالم کے لیے بھی رحمت ہیں، اور اُس عالم کے لیے بھی مگر ہمارا المیہ ہے کہ ہم نے خود ہی اپنے آپ کو اس سے دور کر رکھا ہے اور پھر بزبان اقبال شکوہ کناں ہیں کہ

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

اس شکوہ کا جواب بھی علامہ اقبال نے دیا کہ آج ہماری ذلت و رسوائی کا اصل سبب ترک قرآن ہے ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

مسلمان ہونے کا تو مطلب تو یہ ہے کہ ہم اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کردیں، اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنا شعار بنالیں، مگر ہم اطاعت اور فرماں برداری کے راستے پر چلنے کی بجائے سرکشی اور بغاوت کا راستہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ہم زبان سے تو اللہ کو مانتے ہیں، مگر اُس کی مان کر نہیں چلتے۔ محمد ﷺ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں، مگر آپؐ کی اطاعت اور اتباع کے لیے تیار نہیں۔ حالانکہ رسول رحمت ﷺ پر ایمان کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ہم آپؐ کی اطاعت کریں، آپ کے عطا کردہ نظام زندگی کو اختیار کریں۔ قرآن کی پیروی کریں۔ صحابہ کرامؓ نے یہی کام کیا تھا۔ وہ محض زبانی اظہار عقیدت نہیں کرتے تھے بلکہ عملاً بھی آپ کے سچے وفادار اور جاں نثار تھے۔ اسی سے انہیں رضائے حق حاصل ہوئی تھی اور اسی سے غلبہ و کامرانی اُن کا مقدر بنی تھی ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اگر ہم پورے شعور و ادراک سے آپ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہیں اور پھر بھی ہم سے کوئی کمی بیشی ہو جاتی ہے تو آپؐ آخرت میں ہماری شفاعت فرمائیں گے اور یوں ہمارے لیے آخرت میں بھی آپ کی رحمت کا ظہور ہوگا۔ دعا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں جہانوں میں اس رحمت سے مستفید فرمائے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

معمارِ پاکستان نے کہا

''جس پاکستان کے قیام کے لیے ہم نے گزشتہ دس برس جدوجہد کی ہے، آج بفضلہٖ تعالیٰ ایک مسلمہ حقیقت بن چکا ہے، مگر کسی قومی ریاست کو معرضِ وجود میں لانا مقصود بالذات نہیں ہوسکتا، بلکہ کسی مقصد کے حصول کے ذریعے کا درجہ رکھتا ہے۔ ہمارا نصب العین یہ تھا کہ ہم ایک ایسی مملکت کی تخلیق کریں جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں، جو ہماری تہذیب و تمدن کی روشنی میں پھلے پھولے اور جہاں معاشرتی انصاف کے اسلامی تصور کو پوری طرح پنپنے کا موقع ملے۔'' (حکومت پاکستان کے افسران سے خطاب: 11 اکتوبر 1947ء)

'مفاہمت' کی سیاست؟

محمد سمیع

آج کل مفاہمت کی سیاست کا بڑا چرچا ہے اور اس کی برکات وثمرات کا پروپیگنڈا بھی جاری ہے۔ پنجاب حکومت سے پیپلز پارٹی کی علیحدگی کے بعد بھی حکومت کی طرف سے اس عزم کا اعادہ کیا گیا ہے کہ مفاہمت کی سیاست جاری رہے گی۔ کراچی کی حد تک بڑی آسانی سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مفاہمت کے نام پر منافقت کی سیاست ہورہی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وقفے وقفے سے یہاں ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بننے والی قیمتی جانیں ضائع ہورہی ہیں۔ جیسے ہی ٹارگٹ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، وفاقی حکومت کی طرف سے وفاقی وزیر داخلہ کو اصلاح احوال کے لئے بھیج دیا جاتا ہے، حالانکہ ان کا سندھ کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں۔ سندھ میں امن وامان کی ذمہ داری صوبائی وزیر داخلہ پر ہے۔ وفاقی وزیر داخلہ کی کراچی آمد کے نتیجے میں وہ پس منظر میں چلے جاتے ہیں۔ ان کا معاملات سے کوئی تعلق بظاہر نظر نہیں آتا۔ ایسا لگتا ہے کہ کسی پس پردہ اشارے پر وہ گرما گرم بیانات داغ دیتے ہیں۔ ان کے ان بیانات کے نتیجے میں جب حکومت کو خطرہ لاحق ہوتا ہے تو انہیں خاموش کردیا جاتا ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کسی سیاستدان نے اب تک صوبائی معاملات میں وفاق کی اس مداخلت پر اعتراض نہیں کیا۔ لیکن اب لگتا ہے کہ یہ مداخلت ان کے لئے ناقابل برداشت ہوگئی ہے۔

ایک اخباری رپورٹ کے مطابق وفاقی وزیر داخلہ کی سندھ میں مداخلت کے خلاف حکومت اور اپوزیشن ارکان متحد ہوگئے ہیں۔ حکمران جماعت کے ارکان نے اس بات پر سخت اعتراض کیا ہے کہ ان کو کراچی کے معاملات سے الگ تھلگ رکھا جارہا ہے۔ وفاقی وزیر داخلہ بالا ہی بالا گورنر اور چیف منسٹر سے معاملات طے کرلیتے ہیں۔ جزوی کرفیو سے آپریشن تک کے معاملات میں انہیں اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ پی پی کے بیشتر ارکان نے اِن معاملات پر پارٹی کے شریک چیئرمین آصف علی زرداری سے رابطہ کا فیصلہ کیا ہے۔ ان ارکان کے مطابق جب سارے کام وفاقی وزیر داخلہ کو ہی کرنے ہیں تو سندھ کی لیڈرشپ کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ عوامی نیشنل پارٹی صوبہ سندھ کے صدر نے کہا ہے کہ وفاقی وزیر داخلہ مخصوص ڈکٹیشن پر کراچی کے معاملات کو حل کرنے میں غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ ان کو شکایت ہے بدامنی کے خاتمے کے لئے سیاسی مصلحت ناسور بن چکی ہے۔ مخصوص جماعت کی طرف جھکاؤ ہوگا تو غیر جانب دارانہ اقدامات ممکن نہیں۔ اب ذرا پی پی کے ایک وزیر نبیل گبول کی بھی سنئے اور سر دھنئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایم کیو ایم اور اے این پی ایک دوسرے کے ساتھ سوتنوں کی طرح لڑتے ہیں جب تک کوئی مرد صلح نہ کرائے۔ پتہ نہیں صلح کروانے والے مرد سے ان کی مراد کون ہے، غالباً وفاقی وزیر داخلہ ہوں۔ بہرحال اب تک تو یہ ہوتا چلا آرہا ہے کہ ٹارگٹ کلنگ شروع ہوتے ہی حکومت اپنے اتحادیوں کے ساتھ بیٹھ کر مذاکرات میں مصروف ہوجاتی ہے۔ ضابطۂ اخلاق طے پاتا ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف بیان بازی کے خاتمے کی یقین دہانی کرائی جاتی ہے۔ ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یکجہتی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ لیکن جب ٹارگٹ کلنگ کی اگلی لہر شروع ہوتی ہے تو نہ ضابطۂ اخلاق کوئی کام آتا ہے اور نہ بیان بازی کے بارے میں طے شدہ فیصلے پر قائم رہا جاتا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں کہ مفاہمت کی سیاست ہے یا منافقت کی۔ یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ اس انداز سیاست کے نتیجے میں قیمتی انسانی جانیں ضائع ہورہی ہوں۔ ٹارگٹ کلنگ کی زد میں آنے والے والے بیشتر عام لوگ ہوتے ہیں جن کا نہ کسی سیاسی جماعت سے کوئی تعلق ہوتا ہے اور نہ اس مفاہمت کی سیاست سے انہیں کوئی غرض ہوتی ہے۔ بے چارے بے گناہ مارے جاتے ہیں۔

فوج کو بجا طور پر سیاست سے الگ رکھنے کی خواہش ہر سیاسی جماعت رکھتی ہے لیکن آپس کے نزاعات کے سلسلے میں اسی کو مدد کے لئے پکارا جاتا ہے۔ کراچی میں بدامنی پر قابو پانے کے لئے بھی اگر کچھ جماعتیں فوجی آپریشن کو ناگزیر سمجھتی ہیں تو کچھ اس کی مخالفت بھی کررہی ہیں۔ البتہ ہر مسئلہ کا حل یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ موٹر سائیکل پر ڈبل سواری پر پابندی لگادی جائے۔ کہا جاتا ہے کہ ٹارگٹ کلرز بالعموم موٹر سائیکل سوار ہوتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ جرائم پیشہ چند لوگ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے موٹر سائیکل استعمال کریں تو سارے موٹر سائیکل والوں پر ڈبل سواری نہ کرنے کی پابندی عائد کردی جاتی ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ان کے جرائم کو بھگتنے کے لئے یا تو بے گناہ لوگ رہ گئے ہیں یا پھر موٹر سائیکل سوار تمام افراد۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کا فرض ہے کہ عوام کی جان ومال کا تحفظ کریں۔ لیکن وہ اس قسم کے اقدامات کرکے مطمئن ہوجاتے ہیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کردیا ہے۔ مجرموں سے نمٹنے کے لئے، اگر وہ قابو میں نہ آرہے ہوں تو انہیں کچھ مہلت دی جاتی ہے کہ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں ورنہ ان کے خلاف اقدام ہوگا۔ لیکن موٹر سائیکل سواروں کو کوئی مہلت نہیں دی جاتی۔ رات کے بارہ بجے پابندی کا اعلان کیا جاتا ہے اور اگلی صبح سینکڑوں موٹر سائیکلوں سواروں کا چالان ہوجاتا ہے اور انہیں عدالتوں کا چکر لگانا، اور اپنے ناکردہ گناہ پر جرمانہ بھرنا پڑتا ہے۔ ہمارے قانون نافذ کرنے والے جرائم پیشہ لوگوں پر ہاتھ ڈالنے کے معاملے میں سست ہیں، البتہ ان جرائم کے نتیجے میں موٹر سائیکل سواروں کو ڈبل سواری پر پابندی کی خلاف ورزی کرنے والے بے گناہ لوگوں کو پکڑنے میں بہت چست ہیں۔ پتہ نہیں مفاہمت کی سیاست کے نتیجے میں کب تک معصوم لوگوں کا خون بہتا رہے گا اور کب تک لوگ ڈبل سواری کی خلاف ورزی پر معتوب ہوتے رہیں گے۔ ایک وہ وقت تھا جب نظام خلافت قائم تھا اور خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق ؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دریائے فرات کے کنارے ایک بھوکا کتا بھی مرجائے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہوگی۔ آج جمہوری نظام تلے لاشوں کی سیاست جاری ہے، اس کے باوجود لوگ جمہوریت کی اس نیلم پری کے عاشق بنے رہیں گے۔ ہم اپنے حکمرانوں کے بارے میں کیا کہیں کہ وہ خوف خدا سے عاری اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی باز پرس سے نچنت ہیں۔ اہل وطن کی کیفیت بھی ان سے مختلف نہیں، جبھی وہ جمہوریت کے ظالمانہ اور استحصالانہ نظام کے خلاف اٹھ کھڑے نہیں ہوتے اور نظام خلافت کے قیام کی جدوجہد سے بیگانہ ہیں۔ لہٰذا منافقت کی سیاست اور اس کے نتائج کا شکوہ کرنا چہ معنی؟

بسلسلہ فلسفہ دین میں نبوت و رسالت کا مقام (V)

شہادت علی الناس: اُمت مسلمہ کا فرض منصبی

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا فکر انگیز خطاب

حضور ﷺ پر نبوت و رسالت کا اتمام ہو چکا ہے، لیکن کارِ رسالت تو ابھی باقی ہے۔ پہلے تو یہ ہوتا تھا کہ جب لوگ رسول کی دعوت بھلا دیتے تو اللہ تعالیٰ اور رسول بھیج دیتا جو اُن کی اصلاح کرتا تھا۔ سوال یہ ہے کہ تکمیل نبوت و رسالت کے بعد اب یہ کام کون کرے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حق کی گواہی اب ہماری ذمہ داری ہے۔ اب یہ ذمہ داری بحیثیت مجموعی پوری اُمت مسلمہ کے کندھوں پر آن پڑی ہے۔ یہ مضمون قرآن حکیم میں دو مرتبہ آیا ہے۔ ایک مقام سورۃ الحج کی آخری آیت ہے۔ فرمایا:

﴿وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۵ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚ ۖ﴾ (آیت 78)

”اور خدا (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا جہاد کرنے کا حق ہے اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی (اور تمہارے لئے) تمہارے باپ ابراہیم کا دین (پسند کیا) اسی نے پہلے (یعنی پہلی کتابوں میں) تمہارا نام مسلمان رکھا تھا اور اس کتاب میں بھی (وہی نام رکھا ہے تو جہاد کرو) تاکہ پیغمبر تمہارے بارے میں شاہد ہوں۔ اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔“

یہ گویا اُمت کا فریضۂ رسالت ہے۔ آپؐ کی جانب سے اور آپؐ کی ہدایت پر انجام دیا جا رہا ہے۔ حضور ﷺ کی زندگی میں بھی جہاں آپؐ خود تبلیغ کرتے تھے، صحابہؓ تبلیغ نہیں کرتے تھے۔ عشرۂ مبشرہ میں سے چوٹی کے چھ صحابہؓ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر ایمان لائے، مگر یہ دعوت و تبلیغ حضور ﷺ کی اجازت سے ہو رہی تھی۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عید کے اجتماع میں جا کر میری طرف سے خواتین کو فلاں فلاں باتیں بتا دو۔ آپؓ تعمیل حکم میں وہاں گئے اور وہ باتیں بتانے سے پہلے فرمایا: اِنی رسولُ رسولِ اللہ ﷺ یعنی ”میں اللہ کے رسول کا رسول ہوں۔“ میں رسول اللہ کا پیغامبر ہوں اور حضور ﷺ کا پیغام پہنچانے آیا ہوں۔ یہی ”رسول“ کا لفظ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال فرمایا تھا جب آپ انہیں یمن کا گورنر بنا کر بھیج رہے تھے۔ آپؐ نے اُن سے بغرض امتحان پوچھا، بتاؤ اگر کوئی معاملہ پیش آیا تو کیسے طے کرو گے۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں پہلے قرآن میں دیکھوں گا۔ اگر قرآن میں وہ بات نہ ملی تو میں آپؐ سنت و حدیث میں دیکھوں گا۔ وہاں بھی نہ ملی تو پھر میں کوشش کروں گا کہ صحیح رائے تک پہنچ جاؤں یعنی اجتہاد کروں گا۔ آپؐ بہت خوش ہوئے اور ان کی تصدیق کی اور فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اللہ کے رسول کے ”رسول“ کو صحیح بات تک پہنچا دیا۔

سورۃ البقرہ میں بھی جہاں تحویل قبلہ کا حکم آیا، اُس کے بعد اُمت مسلمہ کو اُس کی ذمہ داری یہی بتائی گئی کہ وہ لوگوں پر حق کی گواہی دے

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ﴾

(آیت 143)

”اور اسی طرح ہم نے تم کو امت معتدل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں ﷺ) تم پر گواہ بنیں۔“

قرآن مجید میں اہم مضامین دو جگہ ضرور آئے ہیں۔ یہی بات یہاں بھی ہوئی ہے۔ سورۃ الحج میں رسولؐ کا ذکر پہلے کیا گیا اور اُمت کا بعد میں، جبکہ یہاں سورۃ البقرہ میں اُمت کا ذکر پہلے اور رسولؐ کا بعد میں آیا ہے۔ بہرکیف شہادت حق کی یہ ذمہ داری اُمت مسلمہ کے کاندھے پر ہے۔ اِس کی ادائیگی ہی پر اُمت کی سربلندی کا انحصار ہے۔ افسوس کہ آج اُمت اس کام سے غافل ہے۔ اسی لیے دنیا میں ہر جگہ ذلیل و خوار ہو رہی ہے۔

ہے آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں

ہر جگہ مسلمانوں پر ذلت و مسکنت کا عذاب مسلط ہے۔ وہ کمزوری اور کم ہمتی کا شکار ہیں۔ ہم اہل پاکستان کا حال یہ ہے کشمیر کو اپنی شہ رگ کہتے ہیں، مگر اتنی جرأت نہیں کہ کبھی انڈیا سے یہ کہہ سکیں کہ آؤ، ہم سے میدان میں آ کر مقابلہ کرو۔ ایک وہ دور تھا جب انڈیا کے دونوں اطراف پاکستان تھا۔ ایک طرف موجودہ پاکستان دوسری جانب مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) اور بھارت پاکستان سے ڈرتا تھا۔ اب حالات بہت بدل گئے ہیں۔ اب تو ہم انڈیا کے آگے بچھے جا رہے ہیں۔ یہی معاملہ عرب مسلمانوں کا ہے۔ عربوں کی آبادی 30،40 کروڑ ہے، مگر ان کے سینے میں اسرائیل نے خنجر گھونپ دیا ہے۔ فلسطینی مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے جا رہے ہیں، اُن سے کون آگاہ نہیں۔ صیہونیوں کا ظلم اور سفاکی ایسی ہے کہ درندگی بھی شرما جائے۔ مگر ہم مسلمان اس پر بہر بہ لب ہیں۔ فلسطین اور کشمیر میں تو 60 سال سے خون مسلم کی ارزانی ہے ہی، اس کے علاوہ بھی دنیا میں کئی جگہ مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے۔ مسلمانوں کا خون مانند آب ارزاں ہو گیا ہے۔ وہ چاہے صومالیہ ہو، چیچنیا ہو، کوسووتھا ہو یا فلپائن ہو، مگر مسلمانوں کی زبانیں گنگ ہیں۔ وہ بے بسی اور لاچارگی کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ وہ مسلمانوں کا ساتھ دینے کی بجائے دشمنوں کے ساتھ کھڑے ہیں۔ نائن الیون کے بعد افغانستان اور عراق میں مسلمانوں کا خون بہایا جا رہا ہے، اور ہم مسلمان دشمنوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں۔ دشمن یہ بات ہمارے ذہنوں میں بٹھانا چاہتا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ ہماری اپنی جنگ ہے۔ اور اُس کی یہ بڑی کامیابی ہے کہ اُس نے میڈیا کے زور سے عام لوگوں کو بہت حد تک یہ باور کرا دیا ہے کہ ہاں یہ ہماری جنگ ہے۔

حالانکہ یہ بات سراسر خلاف حقیقت ہے۔ یہ جنگ جو ہم لڑ رہے ہیں ہرگز ہماری جنگ نہیں۔ یہ اسلام دشمنوں کی جنگ ہے، جو ہم پر مسلط کر دی گئی ہے۔ یہ بات کوئی اندھا ہی کہہ سکتا ہے کہ یہ ہماری جنگ ہے۔ اگر یہ ہماری جنگ تھی تو پھر اس کا آغاز نائن الیون کے بعد ہی کیوں ہوا، پہلے کیوں نہیں ہو گیا؟ اگر یہ ہماری جنگ ہوتی تو ہم امریکہ سے مدد مانگتے نہ کہ امریکہ ہم سے مدد نہ مانگتا۔ مگر یہاں تو صورت یہ ہے کہ امریکہ نے ہم سے مدد مانگی۔ اُس نے ہمیں یہ دھمکی کیوں دی کہ Your are with us or against us. یعنی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو تم ہمارے ساتھ ہو، اور اس صورت میں تمہیں بہر صورت ہمارا ساتھ دینا ہوگا، ہم جو بھی مطالبہ کریں گے اُسے ماننا ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تم ہمارے ساتھ نہیں ہو اور ساتھ نہ ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ تم ہمارے خلاف ہو اور خلاف ہونے کا انجام تمہیں کبھی نہیں بھولنا چاہیے۔ پھر ہم تمہیں پتھر کے دور میں لے جائیں گے۔ اس بات میں اب کوئی شک نہیں رہا کہ نام نہاد دہشت گردی کی آڑ میں امریکی ایک "Crusade" شروع کر رہے تھے۔ یہی بات اُس وقت کے صدر امریکہ بش کے منہ سے نکل گئی۔ اُس نے اس جنگ کو "Crusade" قرار دیا تھا۔

نکل جاتی ہے جس کے منہ سے سچی بات مستی میں
فقیہہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

پھر اس کا ایک اور اس کا ثبوت بھی موجود ہے۔ امریکہ میں پروٹسٹنٹس عیسائیوں میں سے وہ جو زیادہ فعّال اور بائبل کی نشر و اشاعت اور تشریح و توضیح کرنے والے ہیں Evengelists کہلاتے ہیں۔ اُن کا ایک ماہنامہ رسالہ فلاڈلفیا سے نکلتا ہے جس کا نام The Philadelphia Trumpet ہے۔ نائن الیون سے ایک ماہ قبل اُس کے اگست 2001ء کے شمارے ٹائٹل پر لکھا ہے:

"The last Crusade
Most people think the crusades are thing of the past over forever. But they are wrong. Preparations are being made for a final crusade, and it will be the bloodiest of all."

(آخری صلیبی جنگ۔ بہت سے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ صلیبی جنگیں ماضی کی بات تھی، اب یہ ختم ہو چکی ہیں۔ لیکن اُن کا یہ خیال غلط ہے۔ آخری صلیبی جنگ کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور یہ جنگ تمام جنگوں سے زیادہ خوں ریز ہو گی۔)

اسی صلیبی جنگ کے بارے میں معروف کالم نگار اور محقق عابد اللہ جان کی کتاب: AFGHANISTAN: The Genesis of the Final Crusade کافی چشم کشا ہے۔

ماضی کی صلیبی جنگیں پونے دو سو برس تک جاری رہیں۔ ان جنگوں میں کئی ادوار آئے۔ 88 برس تک بیت المقدس عیسائیوں کے زیر قبضہ رہا۔ پھر اُن سے صلاح الدین ایوبی نے واپس لیا۔ لیکن ان طویل جنگوں میں اتنے آدمی نہیں مرے جتنے لوگ افغانستان اور عراق میں مر چکے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے۔ ہم کیوں عذاب الٰہی کی گرفت میں ہیں؟ جواب بالکل واضح ہے۔ ہم بحیثیت اُمت اپنا مشن بھلا بیٹھے ہیں۔ شہادت علی الناس کا تقاضا یہ تھا کہ ہم دنیا میں اللہ کا دین قائم کرتے اور دنیا کو دعوت دیتے کہ آؤ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو، یہ ہے اللہ کا دین، یہ ہے اسلام کا نظام عدل اجتماعی۔ ہم اسلام قائم کرنے اور اُس کا عملی نمونہ دکھانے کی بجائے بڑی ڈھٹائی سے یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ اسلام ہے کہاں جو ہم نافذ کریں۔ وہ تو صرف کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ افسوس کہ ہم نے دنیا کے نقشے پر موجودہ 58 مسلم ممالک میں سے کسی ایک میں بھی اسلام نافذ نہیں کیا۔ آج اسلام بطور دین کہیں بھی نافذ نہیں ہے۔ یہ جہاں بھی موجود ہے مذہب کے طور پر ہے۔ مراسم عبودیت کی حد تک ہے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سے کسی کو کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ دشمنوں کو پریشانی اُس وقت ہوتی ہے جب اسلامی نظام کی بات کی جاتی ہے، جب خلافت کا نعرہ لگایا جاتا ہے۔ کیونکہ خلافت کا اُن کے استحصالی نظام سے ٹکراؤ ہوتا ہے۔ صیہونیوں کے آلۂ کار انگریزوں اور امریکیوں کو کیا تکلیف تھی کہ وہ افغانستان پر چڑھ دوڑے؟ کیا وہ افغانی مسلمانوں کے نماز روزہ کی وجہ سے پریشان تھے۔ ظاہر ہے، ایسا نہیں ہے۔ یہ لوگ تو خود اپنے ملکوں میں نماز روزہ کی آزادی دیتے ہیں۔ مسلمانوں نے امریکہ میں مسجدیں بنالیں، چرچ خرید کر انہیں مسجد بنا لیا۔ انہوں نے نہیں روکا، اس لیے کہ مذہب سے اُن کی کوئی جنگ نہیں ہے۔ اُن کی جنگ اسلام کے اجتماعی نظام، خلافت سے ہے۔ اُن کے لیے خطرہ اسلام کا معاشی و سماجی نظام ہے جو انہیں کسی طرح بھی گوارا نہیں ہے۔ آج پوری دنیا میں اُن کے سیکولر نظام کا راج ہے۔ ہر جگہ سود کی بنیاد پر بنکاری نظام چل رہا ہے۔ مغربی تہذیب نے غیرت و حمیت اور حیا کا جنازہ نکال دیا ہے۔ اگرچہ عالم اسلام میں شرم و حیا کی اقدار کسی قدر بچی ہوئی ہیں، مگر مغربی فکر اور تہذیب جس تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی ہے، اندیشہ ہے کہ رہی سہی کسر بھی پوری ہو جائے گی۔

اب تک جو کچھ کہا گیا ہے یہ تصویر کا ایک رخ ہے۔ یہ اُس کا تاریک پہلو ہے۔ دوسری جانب تصور کا روشن اور تابناک پہلو بھی ہمارے سامنے رہنا چاہیے جو احادیث رسولؐ سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ احادیث کی پیشین گوئیوں کے مطابق دنیا کے خاتمے سے قبل کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب آکر رہے گا، جیسے کہ حضور ﷺ نے اپنے اپنے بابرکت دور میں اپنے دست مبارک سے غالب کیا تھا۔ اس سلسلہ دو احادیث ملاحظہ کیجیے جن میں غلبۂ اسلام کی بشارت دی گئی ہے۔

عَنِ الْمِقْدَادِ بْنِ الْاَسْوَدِ ؓ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: ((لَا یَبْقٰی عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ بَیْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ اِلَّا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ کَلِمَۃَ الْاِسْلَامِ بِعِزِّ عَزِیْزٍ وَذُلِّ ذَلِیْلٍ ——— اِمَّا یُعِزُّھُمُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فَیَجْعَلُھُمْ مِنْ اَھْلِھَا اَوْ یُذِلُّھُمْ فَیَدِیْنُوْنَ لَھَا)) ——— قُلْتُ: "فَیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ" (رواہ احمد)

حضرت مقداد بن الاسود ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”دنیا میں نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر باقی رہے گا نہ کمبلوں کا بنا ہوا خیمہ جس میں اللہ اسلام کو داخل نہیں کر دے گا، خواہ عزت والے کے اعزاز کے ساتھ خواہ کسی مغلوب کی مغلوبیت کی صورت میں۔ (یعنی) یا لوگ اسلام قبول کر کے خود بھی عزت کے مستحق بن جائیں گے یا اسلام کی بالادستی تسلیم کر کے اس کی فرماں برداری قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔“ میں (راوی) نے کہا: تب تو سارے کا سارا دین اللہ کے لیے ہو جائے گا۔

دوسری روایت ہے:

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِیْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا عَنْ حُذَیْفَۃَ ؓ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((تَکُوْنُ

النُّبُوَّةُ فِيكُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا، فَيَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ)) ثُمَّ سَكَتَ

(رواہ احمد)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دورِ نبوت تم میں اُس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب وہ اس کو ختم کرنا چاہے گا اس کو ختم کردے گا۔ پھر نبوت کی طرز پر خلافت کا دور ہوگا۔ پھر وہ دور رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا، پھر وہ اس کو ختم کردے گا جب وہ اس کو ختم کرنا چاہے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی۔ وہ دور بھی اُس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہے گا، پھر جب وہ اس کو ختم کرنا چاہے گا تو ختم کردے گا۔ پھر جبر کی فرماں روائی ہوگی، وہ رہے گی جب تک اللہ چاہے گا، پھر وہ اس کو ختم کردے گا جب وہ اسے ختم کرنا چاہے گا۔ پھر نبوت کے طرز پر دوبارہ خلافت قائم ہوگی۔“ پھر آپ ﷺ خاموش ہوگئے۔

غلبہ اسلام کے ضمن میں بعض اشارات بھی آئے ہیں کہ اس کا نقطۂ آغاز کون سا خطہ ہوگا۔ حدیث کے مطابق عرب کی کسی مشرقی سمت سے لوگ سیاہ علم لے کر آئیں گے، اور ان کو کوئی نہیں روک سکے گا، یہاں تک کہ وہ جھنڈے ایلیا میں جا کر نصب ہو جائیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد افغانستان اور پاکستان کے ممالک ہوں۔ بہرحال ہمارا کام یہ ہے کہ دین کے غلبہ واقامت کے لیے اپنا تن من دھن لگا دیں۔ یہ کام ہمیں ہر حال میں کرنا ہے۔ ہمیں اللہ کے دین کو غالب کر کے دنیا کے سامنے اس کی ایک عملی شکل پیش کرنی ہے، تاکہ شہادت علی الناس کا وہ فریضہ ادا ہو سکے جو حضور ﷺ کے انتقال کے بعد ہم پر بحیثیت امت عائد ہوا تھا۔

اقول قولی ھذا واستغفر اللہ لی ولکم ولسائر المسلمین والمسلمات

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام دوروزہ

سالانہ محاضرات قرآنی

بعنوان

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی قرآنی، دینی اور ملی خدمات

ان شاء اللہ العزیز

بتاریخ: 19-20 مارچ 2011ء (بروز ہفتہ۔ اتوار)

بمقام: قرآن آڈیٹوریم، 191 اتاترک بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن لاہور

(بعد نماز مغرب)

مقررین حضرات:

- ڈاکٹر سید سلمان ندوی — خلف الرشید علامہ سید سلیمان ندویؒ، ڈربن، ساؤتھ افریقہ
- ڈاکٹر صہیب حسن عبد الغفار — چیئرمین القرآن سوسائٹی، لندن
- ڈاکٹر ممتاز احمد — صدر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
- علامہ ابوعمار زاہد الراشدی — رئیس التحریر، ماہنامہ الشریعہ
- مولانا حافظ فضل الرحیم اشرفی — نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور
- حافظ عاکف سعید — امیر تنظیم اسلامی
- ڈاکٹر سہیل عمر — ناظم اقبال اکیڈمی، لاہور
- ڈاکٹر باسط بلال کوشل — پروفیسر لمز یونیورسٹی، لاہور
- سلیم منصور خالد — منصورہ، لاہور
- ڈاکٹر محمد سعد صدیقی — شعبہ اسلامیات، پنجاب یونیورسٹی — ودیگر مقررین

الداعی: ڈاکٹر ابصار احمد، صدر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

فون: 3-35869501، فیکس: 35834000، ای میل: anjuman@tanzeem.org

زبان کی پھسلن

عتیق الرحمٰن صدیقی

زبان دو جبڑوں کے درمیان گوشت کا چھوٹا سا لوتھڑا ہے۔ مگراس کی فعالیت بے کراں وسعتوں کی حامل ہے۔اس سے مروت اور محبت کے پھول بھی کھلتے ہیں۔ جو فضاؤں کو عطر بیز بناتے ہیں اور فتنہ وفساد کے شرارے بھی جھڑتے ہیں جو گرد و پیش کو آتشیں بنا کر نفرت کی کھیتی کو پروان چڑھاتے ہیں۔ یہ زبان وصل کی آسودگی بھی عطا کرتی ہے اور فصل کی ناآسودگی کا باعث بھی بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے اس کی حفاظت پر بڑا زور دیا ہے۔ ایک صحابیؓ نے آپؐ سے استفسار کیا کہ یارسول اللہ، آپؐ کو مجھ پر سب سے زیادہ کس چیز کا ڈر ہے؟ آپؐ نے اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا، اس کا ڈر ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''مومن نہ تو طعن و تشنیع کرنے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش گوئی کرنے والا اور نہ بدزبان ہوتا ہے۔'' (ترمذی)

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو جب پیغمبر بنا کر حق کی دعوت پیش کرنے کے لیے فرعون کے دربار میں بھیجا گیا تو یوں نصیحت فرمائی گئی ''دیکھو اس سے نرمی سے گفتگو کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کرلے یا ڈر جائے۔ (طٰہٰ)

عطا بن یسار کہتے ہیں کہ حضور نبی محترم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ دو چیزوں کی برائی سے بچادے تو وہ جنت میں جائے گا۔ ایک شخص نے پوچھا، یارسول اللہ، آپؐ ہم کو نہیں بتاتے کہ وہ دو چیزیں کیا ہیں؟ آپؐ چپ رہے۔ پھر آپؐ نے یہی فرمایا۔ وہ شخص یہی بولا اور آپؐ چپ رہے۔ پھر آپؐ نے یہی فرمایا۔ وہ شخص وہی بولا (یعنی آپؐ ہم کو نہیں بتاتے) پھر آپؐ نے یہی فرمایا۔ وہ شخص بولا آپؐ ہم کو نہیں بتاتے۔ پھر آپؐ نے یہی فرمایا۔ وہ شخص وہی بولے جاتا تھا، اتنے میں ایک دوسرے شخص نے اس کو چپ کرادیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے خود ہی فرمایا: جس کو اللہ دو چیزوں کے شر سے بچا دے وہ جنت میں جائے گا: ایک وہ جو اس کے دونوں جبڑوں کے بیچ میں ہے (زبان)، دوسرے وہ جو اس کی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں ہے (شرم گاہ)۔ تین بار آپؐ نے اس کو ارشاد فرمایا۔ (موطا امام، مالک)

بے تکی ہانکنے، لغو اور بے ہودہ گفتگو کرنے اور دوسرے کی تنقیص کرنے، بغیر تحقیق کے الزام دھرنے کا رواج ہمارے ہاں عام ہے۔ عام لوگ اس شغل میں تو مشغول ہوتے ہی ہیں، مگر المیہ یہ ہے کہ واعظ و ناصح سیاستدان، اچھے خاصے دانشور اور اقتدار کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے لوگ اس برائی کے عادی ہیں۔ ناپ تول کر بات کرنے کا یا تو ان میں سلیقہ نہیں یا جہالت سے وہ دوسروں پر کلوخ اندازی کرکے، سب و شتم کے تیر برسا کر وہ لطف لیتے ہیں اور اس بات سے غافل ہو جاتے ہیں کہ وہ اللہ کے غضب کو دعوت دے رہے ہیں اور باہم روابط و تعلقات کی راہ کھوٹی کر رہے ہیں۔

گورنر سلمان تاثیر کا قتل بھی زبان کے غیر محتاط اور غلط استعمال کا نتیجہ تھا۔ اگرچہ ریاست کے قانون کو ہاتھ میں لینے کی حمایت نہیں کی جاسکتی مگر دوسرا پہلو یہ ہے کہ لبرل ازم اور نام نہاد روشن خیالی کے زعم میں ناموس رسالت کی حساسیت اور نزاکت کو درخور اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ پی پی پی نے گورنر سلمان تاثیر کو کوئی مشورہ دینا مناسب سمجھا اور نہ اس ارتعاش کا ادراک کیا جو علماء اور عوام میں موجود تھا۔ اس بات کی طرف بالکل دھیان نہ دیا گیا کہ عقیدہ اور مسلک پر نشتر زنی نہ صرف اشتعال اور دلآزاری کا موجب بنتی ہے بلکہ پرامن فضا کو انتشار سے ہم کنار کرتی ہے۔ آسیہ مسیح کو سیشن کورٹ سے سزا ملی مگر ابھی تو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی گنجائش موجود تھی، معافی کا مرحلہ تو خاصے فاصلے پر تھا۔ روشن خیالی کے تناظر میں اس بات کو بھول جانا نری حماقت ہی کہلائے گا کہ زبان جو کچھ اگل رہی ہے اس کا نتیجہ بھیانک بھی ہوسکتا ہے۔ طنز و تعریض اور تضحیک کا انداز کوئی طوفان بھی کھڑا کرسکتا ہے۔ نازیبا اور ناتراشیدہ الفاظ سے کوئی بھونچال بھی آسکتا ہے۔ چنانچہ وہی کچھ ہوا، گورنر موصوف نے ناموس رسالت کے قانون کے لیے کالا تک کے الفاظ استعمال کیے اور ایلیٹ فورس کے اہلکار نے اُسے نشانہ بنا ڈالا۔ کیا یہ المیہ نہیں کہ سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین کی ہزلیات کی تکریم کی جائے اور کروڑوں مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچائی جائے اور آسیہ مسیح کا دفاع کیا جائے۔ اور یہ نہ سوچا جائے کہ اس سے عالم اسلام پر کیا اثرات مرتب ہوں گے۔ بلال بن حارثؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی ایک بات کہہ دیتا ہے وہ نہیں جانتا کہ کہاں تک اس کا اثر ہوگا۔ اس کی وجہ سے اللہ اپنی رضامندی قیامت تک اس بندے سے لکھ دیتا ہے اور ایک ایسی بات کہتا ہے جس کو وہ نہیں جانتا کہ کہاں تک اثر ہوگا۔ اس کی وجہ سے قیامت تک اللہ اپنی ناراضی اس بندے سے لکھ دیتا ہے۔

تمام تر بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ زبان کھولتے وقت حزم واحتیاط سے کام لیا جائے۔ کوئی ایسا گل نہ کھلایا جائے جو ماحول کو مکدر کردے۔ قرآن میں اللہ نے اپنے بندوں سے مخاطب ہوکر فرمایا ''میرے بندوں سے کہیں کہ وہی کہیں جو بہتر ہو (جس میں خیر و بھلائی ہو) کیوں کہ شیطان لوگوں میں فساد ڈلواتا ہے۔ بلاشبہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔'' (بنی اسرائیل) مولانا سید سلیمان ندویؒ نے بڑے خوبصورت انداز میں اس کی توضیح کی ہے۔ ہم ''الحکمۃ''، (مجموعہ احادیث) سے وہ نقل کر رہے ہیں۔

آیت کے پچھلے حصے میں دعویٰ کی دلیل بھی دی گئی ہے کہ خوش گوئی اور خوش کلامی آپس میں میل ملاپ پیدا کرتی ہے اور بدگوئی و بدکلامی پھوٹ پیدا کرتی ہے۔ جو شیطان کا کام ہے وہ اس کے ذریعے لوگوں میں غصہ، نفرت، حسد اور نفرت کے بیج بوتا ہے اور اس لیے اللہ کے بندوں کو چاہیے کہ نیک بات بولیں، نیک بات کہیں۔ اچھے لہجے میں کہیں اور نرمی سے کہیں کہ آپس میں میل ملاپ اور مہر و محبت پیدا ہو۔ اس لیے ''تنابزبالالقاب'' یعنی ایک دوسرے کو برے لفظوں اور نفرت و تحقیر کے خطابوں سے پکارنے کی ممانعت آئی ہے۔ کسی کو کافر یا منافق اور تحقیر و کراہت کے دوسرے القاب سے مخاطب کرنا گویا اس اچھی بات کے خلاف ہے جو آپ اس کو سمجھانا چاہتے ہیں۔ یہ پہلے ہی سے نفرت اور ضد کا جذبہ پیدا کردیتا ہے۔

جذبہ کبھی پابند سلاسل نہیں ہوتا

حافظ محمد سلیمان نیّر

جذبہ ایک ایسی دولت ہے جس کو کبھی قید نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ ایمان کی قوت ہے اور اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ (الزمر:53) یعنی ''اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو۔''

جذبۂ ایمانی ہی وہ اصل بیج ہے جس سے تناور درخت پروان چڑھتا ہے، جس کو پانی رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کا دیا جائے تو پھر حقیقی روح بیدار ہوتی ہے۔ جذبہ سے مراد یہ نہیں کہ انسان اپنی اصل منزل سے بھٹک جائے، بلکہ اصل جذبہ وہی ہے جو انسان کو آخرت کی فکر میں مگن کردے۔ جذبہ ایمان کے اسلحہ سے لیس ہو کیونکہ ایمان سے عاری جذبہ انسان کو گمراہی کے راستے پر گامزن کردیتا ہے۔ اگر جذبہ صحیح معنوں میں ایمانی ہوگا تو وہی عملِ صالح کو پیدا کرے گا، ورنہ خالی جذباتی نعروں سے بات نہیں بنتی۔ اللہ نے قرآن میں بیان فرمایا: ﴿وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ (آل عمران:25) ''اور اللہ پورا پورا بدلہ دے گا ہر جان (نفس) کو جو اس نے کمایا ہوگا اور وہ (اللہ) اُن میں سے کسی جان پر ظلم نہیں کرے گا۔'' دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ ہم اس کھیتی کے کسان ہیں۔ اچھا بیج بوئیں گے تو اچھا پھل کاٹیں گے۔ سچا جذبہ وہ شے ہے جو کردار کو بدلنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس کے بعد ہی وہ روح بیدار ہوتی ہے جس کے متعلق اقبال کہتے ہیں ۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسمانوں میں
نہ ہو نو اُمید، نو اُمیدی زوالِ علم و عرفاں ہے
اُمید مردِ مؤمن ہے خدا کے رازدانوں میں

جذبۂ ایمانی وہ اصل روح ہے جس کو بیدار کرنا ہی مطلوب و مقصود ہے۔ درحقیقت اس جہانِ رنگ و بو میں ہر دور میں دو طاقتیں نبرد آزما رہی ہیں۔ حق و صداقت کی جنگ کفر و باطل سے، امن و آشتی کی جنگ ظلم و جور سے، روشنی کی جنگ اندھیرے سے اور علم کی جنگ جہالت سے ہوتی رہی ہے۔ جنگ کا یہ بازار اب تلک گرم ہے اور جب تک یہ چاند کے ہالے سرکتے رہیں گے اور اوس کے موتی ڈھلکتے رہیں گے اس وقت تک یہ آویزش جاری رہے گی۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس باہمی جنگ و جدل میں پلڑا کس کا بھاری رہے گا؟ امن و آشتی کا یا ظلم و بربریت کا۔ احساسات و جذبات دل کی دھڑکنوں کا نام ہے۔ لطیف کیفیات ہمیشہ لطافت و محبت اور صداقت سے عبارت ہوتی ہیں۔ آمریت و چنگیزیت اور ظلم و بربریت سے جذبہ کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ احساسات و جذبات اور دل کا طوفان جب بھی برپا ہوا، کوئی بھی اس طاقت کے سامنے بند نہ باندھ سکی۔ تاریخ عالم میں جب بھی کسی ظالم، جابر اور آمر نے ان جذبات کو دبانے کی کوشش کی اُسے منہ کی کھانی پڑی۔ اگر کبھی عارضی طور پر ان جذبات کا سر بزورِ جبر و قہر دبا کر ظالم کا سرِ فخر و غرور سے تن بھی گیا پھر بھی وہ دلوں کی دنیا کو فتح نہ کرسکا، بلکہ نفرتوں کی لہروں کے تیز بہاؤں میں تنکے کی طرح بہہ گیا۔ فرعون نے بنی اسرائیل کو صدیوں اپنے جبر کے شکنجے میں جکڑے رکھا اور ظلم و جور کے پہاڑ ان پر توڑے۔ اسی طرح دورِ حاضر میں اُمتِ مسلمہ کی تمام مملکتیں، سلطنتیں، حکومتیں، اپنے جبر و استبداد کے پنجے گاڑے ہوئے ہیں، اور انہوں نے اس نظام کو نافذ کر رکھا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ اور الوہیت سے یکسر متصادم ہے۔ اور اسے زندگی کے ہر شعبے پر حاوی کیا ہوا ہے۔ حالانکہ انسان خلیفہ ہے، (بحوالہ البقرہ 30) حاکم نہیں کہ جیسے چاہے قانون بنائے اور لوگوں پر اللہ کے قانون سے متصادم نظام مسلط کرے۔ اُس کا کام یہ ہے کہ اُس دین حق اور نظام حکومت کو قائم و نافذ کرے جو اللہ نے عطا کیا ہے۔ یہ نظام سچے جذبۂ ایمانی سے قائم ہوگا اور اس وقت قائم ہوگا جب کردار و عمل کی شمع روشن ہوگی۔ افسوس کہ آج اسی کردار کی روشنی سے ہم محروم ہیں۔ جیسا کہ اقبال نے کہا!

صوفی کی طریقت میں فقط مستیٔ احوال
ملّا کی شریعت میں فقط مستیٔ گفتار
وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھکو
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

جس طرح فرعون کے ظلم و جور کے بعد اللہ بزرگ و برتر نے ستم و جور میں تڑپنے والے بنی اسرائیل کی پکار سنی اور انہیں آزادی کی نعمت سے نواز کر ظالم کی ساری ذریت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دریا برد کردیا، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ظالمانہ نظام کے خونی شکنجے سے ضرور رہائی دلائے گا کہ

بشر بے چین ہو تو انقلاب آیا ہی کرتا ہے
گلوں کے داغ دھونے کو سحاب آیا ہی کرتا ہے
پرانے ساغروں میں جب کھنک باقی نہیں رہتی
تو گردش میں نیا جامِ شراب آیا ہی کرتا ہے

اگر یہ سوال کیا جائے کہ دنیا میں سب سے طاقتور چیز کیا ہے، تو ہر ایک کا جواب اور ہر ایک کی رائے دوسرے سے مختلف ہوگی۔ کسی کا خیال یہ ہوگا کہ قلم زیادہ طاقتور ہے اور کوئی رائے دے گا کہ تلوار زیادہ طاقت رکھتی ہے۔ یہ باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں مگر میری دانست میں جذبہ وہ طاقت ہے جو ان سب سے زیادہ طاقتور ہے۔ جتنی طاقت جذبہ میں ہے، شاید ہی کسی اور چیز میں ہو۔ آپ ہر چیز کو قید کرسکتے ہیں۔ شیر جنگل کا بادشاہ ہے۔ آپ اسے پنجرے میں قید کرکے زنجیروں میں جکڑ سکتے ہیں۔ شاہین اور عقاب کو قفس میں قید کرسکتے ہیں۔ مگر جذبہ ایک ایسی طاقت ہے جو آپ کو ہمیشہ آزادی کے اُفق پر چمکتا ہوا نظر آئے گا۔

رو کے نہ گئے طوق و سلاسل سے یہ جذبے
جو دل میں ہوا وہ بیاں ہم نے کیا ہے
ہونٹ اب بھی سیئے جاتے ہیں حق بات پر اکثر
ہر چند یہ سودائے گراں ہم نے کیا ہے

اگر آپ کسی بے زبان پرندے کو کسی قفس میں قید کرلیں تو کیا آپ نے اس کی فطرت (Nature) کو غلام بنالیا۔ نہیں، یہ تو ہماری غلط فہمی ہے۔ اگر اُس کا بس چلے تو قفس کی سلاخوں (تنکوں) کو جذبات کی تیز آگ میں جلا کر خاک سیاہ کردے۔

اس شہر میں ہر شخص پریشان سا کیوں ہے
آنکھوں میں جلن سینے میں طوفان سا کیوں ہے

دل ہے تو دھڑکنے کو بہانہ کوئی ڈھونڈے
پتھر کی طرح بے حس و بے جان سا کیوں ہے

برعظیم پاک و ہند پر دیارِ غیر کے باسیوں نے غاصبانہ قبضہ کیا اور اپنے جبر و استبداد کے پنجے ایسے گاڑے کہ زندگی اجیرن کردی۔ مسلمانوں کی جائیدادیں ضبط کرلیں۔ اُن پر ملازمتوں کے دروازے بند کر دیئے۔ انہیں علم وفضل کے موتیوں سے محروم کرنے پر پورا زور لگا دیا۔ غرض ہر وہ حربہ استعمال کیا گیا جو ایک ظالم اپنے ظلم کے شکنجے کو مضبوط کرنے کے لیے استعمال کرسکتا ہے۔ وہی سب کچھ آج کے دور میں ہو رہا ہے۔ لیکن پھر جب جذبۂ ایمانی نے کروٹ لی تو غلامی کی زنجیروں کو توڑ کر رکھ دیا، اور وہ جابر طاقت جس کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا، وہ اس سامان حرب وضرب سے محروم مگر جذبات کے ہتھیاروں سے لیس مسلمان قوم کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگئی۔

الجزائر، تیونس، ویت نام اور خصوصاً فلسطین و افغانستان کے سامنے دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو منہ کی کھانی پڑی۔ اس طرح جموں وکشمیر کے باسیوں اور پاکستانیوں کی غیرتِ ایمانی اور جذبہ آزادی سلامت رہا، تو ان شاء اللہ ایک نہ ایک دن ضرور امریکہ کی واحد عالمی طاقت اور اس کے نظامِ باطل کی دھجیاں اڑا دی جائیں گی۔ اور یہ بات ثابت کردی جائے گی کہ یہ نظام عادلانہ نہیں، ظالمانہ اور استحصالی ہے اور نظامِ عدل صرف اللہ کا نظام ہے۔

جذبہ کبھی پابندِ سلاسل نہیں ہوتا۔ ڈنڈے کے زور پر باطل نظام حکومت مسلط کرنے والے آمر، پابندِ سلاسل کرنے اور جبر واستبداد کے پنجے گاڑنے والے شیطان صفت مسلم حکمران اہل اسلام کے سچے جذبات کا مقابلہ نہ کرسکیں گے۔ تاریخ کے عبرت ناک اوراق ان کے سامنے ہیں، اور آج کی عرب دنیا کا منظر بھی انہیں دعوت فکر دے رہا ہے۔ جب بھی جذبات کے سمندر میں طلاطم ہوا، دلوں کی نازک دھڑکنوں اور جذبوں نے آمریت کی زنجیروں اور جابر وظالم کے ظلم اور جبر کو توڑ کر رکھ دیا۔ پھر ہر ظالم آمر، ہر فرعون صفت انسان خود اپنے ہی پھیلائے ہوئے جال کی زنجیروں میں قید ہو کر رہ گیا۔ دعا ہے اللہ مالک الملک ہمیں اس ملک میں اس نظام کو قائم کرنے کے لیے جذبۂ ایمانی کی قوت عطا فرمائے اور اس کے لیے جدوجہد کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

Khilafat Forum

مشرق وسطیٰ میں بیداری کی لہر کا آغاز کیوں اور کیسے ہوا؟
عرب ورلڈ تحریک کے محرکات اندرونی ہیں یا بیرونی؟
کیا مشرق وسطیٰ میں احتجاج کے نتیجہ میں اسلامی حکومت قائم ہوسکتی ہے؟
عوامی بیداری کی یہ لہر پاکستان کو اپنی لپیٹ میں لے سکتی ہے؟

دیکھئے مشرق وسطیٰ کی صورت حال پر اکابرین تنظیم اسلامی کا تجزیہ
تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org "خلافت فورم" میں

تجزیہ کار: حافظ عاکف سعید (امیر تنظیم اسلامی)
ایوب بیگ مرزا (ناظم نشرواشاعت)
میزبان: وسیم احمد

پروگرام کے بارے میں اپنی آراء وتجاویز media@tanzeem.org پر ای میل کریں

پیشکش: شعبہ سمع وبصر مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

النصر لیب

ایک ہی چھت کے نیچے معیاری ٹیسٹ، ڈیجیٹل ایکسرے، ای سی جی اور الٹراساؤنڈ کی جدید اقسام، کلر ڈاپلر، 4-D، T.V.S، ایکوکارڈیوگرافی، Lungs Function Tests اور OPG (Dental) X-Ray کی سہولیات

ہیپاٹائٹس بی اور سی کے بڑھتے ہوئے امراض کے پیش نظر عوام الناس کے لیے کم قیمت میں ٹیسٹ کروانے کی سہولت

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹرز کی زیر نگرانی
تصدیق شدہ ادارہ
ISO 9001:2000

خصوصی پیشکش

الٹراساؤنڈ (پیٹ)، ایکسرے (چیسٹ) ای سی جی، ہیپاٹائٹس بی اور سی کے ٹیسٹ (Elisa Method)، مکمل بلڈ، اور مکمل یورن، بلڈ گروپ، بلڈ شوگر، جگر، گردے، دل اور جوڑوں سے متعلقہ متعدد بلڈ ٹیسٹ شامل ہیں۔

صرف -/3000 روپے میں

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکیج پر نہیں ہوگا۔
نوٹ: لیب اتوار اور عام تعطیلات پر کھلی رہتی ہے

B-950 فیصل ٹاؤن، مولانا شوکت علی روڈ نزد راوی ریسٹورنٹ لاہور
Ph: 3 516 39 24, 3 517 00 77 Fax: 3 516 21 85
Mob: 0300-8400944, 0301-8413933 E-mail: info@alnasarlab.com

پاکستان میں سی آئی اے کی سرگرمیاں

پروفیسر شمیم اختر

ریمنڈ ڈیوس کی واردات کے بعد بڑے سنسنی خیز انکشافات منظر عام پر آ رہے ہیں کہ اس وقت پاکستان میں اس جیسے 364 امریکی ایجنٹ مختلف بھیس میں موجود ہیں اور ان کی سرگرمیاں ملک دشمن بتائی جاتی ہیں۔ ایک نجی ٹیلی ویژن پر یورپین ٹائمز اخبار کے حوالے سے روسی خفیہ ایجنسی SVR کی جانب سے یہ انکشاف شائع ہوا ہے کہ ریمنڈ ڈیوس بڑے خطرناک منصوبے پر کام کر رہا تھا۔ وہ مبینہ طور پر القاعدہ کو جوہری مواد پہنچانا چاہتا تھا تاکہ امریکا پر ایک اور حملہ ہو، جس کے عذر پر وہ جنگ کا آغاز کر دے۔ یہ تو نہیں واضح کہ امریکا اس بار کس سے جنگ کرے گا، تاہم سیاق و سباق سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اس بار امریکا کا ہدف پاکستان ہوگا، جس پر وہ الزامات لگاتا رہا ہے کہ اس کا جوہری اسلحہ خانہ انتہا پسندوں یعنی القاعدہ کے ہاتھ لگ سکتا ہے۔ اس تناظر میں ریمنڈ ڈیوس اور اس جیسے ایجنٹوں کی القاعدہ اور عسکریت پسندوں سے مبینہ روابط کی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ مندرجہ بالا ذریعے کے مطابق ریمنڈ سے برآمد ہونے والی دستاویزات سے یہ راز بھی افشاء ہوا کہ اندرون ملک امریکا کی ٹاسک فورس 373 القاعدہ کو جوہری مواد اور زہریلے حیاتیاتی اجزاء پہنچاتی رہی ہے (جنگ 25 فروری 2011ء)۔ تفتیش کے دوران پتا چلا ہے کہ ریمنڈ ڈیوس کے تحریک طالبان پاکستان (کے نام پر کارروائیاں کرنے والے ایک عسکریت پسند گروہ) کے ساتھ قریبی تعلقات رہے ہیں اور وہ پنجاب کے نوجوانوں کو اس میں بھرتی کراتا رہا ہے۔ پاکستان کے افسران نے امریکی سی آئی اے پر طالبان (کے نام پر کارروائیاں کرنے والے ایک گروہ) کے ذریعے پاکستان میں تخریب کاری اور دہشت گردی کرانے کا الزام لگایا ہے، جس سے روسی خفیہ ایجنسی کی اطلاع کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ پاکستانی ذرائع نے ریمنڈ کے بارے میں پتا لگایا ہے کہ وہ مبینہ طور پر بعض دینی مدارس کا دورہ بھی کر چکا ہے اور بعض قوم پرست اور سیاسی رہنماؤں سے بھی ملاقات کر چکا ہے اور انہیں رقوم بھی فراہم کر چکا ہے۔

یہ تو بڑی تشویش ناک صورت حال ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ریمنڈ یہ سب کرتا رہا اور پاکستان کی خفیہ ایجنسیوں کی ''عقابی نظروں'' سے کیسے بچا رہا؟ کیا یہ معلومات ریمنڈ سے دوران حراست تفتیش کے بعد حاصل ہوئیں یا اس کے پاس دستاویزات، ویڈیو یا کسی اور ذرائع سے منظر عام پر آئیں؟ اب جبکہ حکومت کو ریمنڈ کے پاکستانی روابط کا علم ہو چکا ہے تو ان مشتبہ افراد سے بھی تفتیش ہو رہی ہوگی۔ پاکستان کے عوام ان نام نہاد ''مدارس'' اور ''سیاست دانوں'' کے نام جاننا چاہیں گے جن کو ریمنڈ نے مبینہ طور پر رقوم فراہم کی ہیں۔ اگر ان کے نام کو صیغۂ راز میں رکھا جاتا ہے تو یہ قومی مفاد کے منافی ہوگا، کیونکہ عوام ان وطن دشمن عناصر کے نام ضرور جاننا چاہیں گے، جو ایک غیر ملکی ایجنٹ سے پیسے لیتے ہیں۔ یہ تو ہمیں جاننے کا حق ہے کہ ان لوگوں نے کن خدمات کے عوض رقوم لی تھیں؟

یہ بات تو پاکستان کی ایجنسیوں نے پہلے حکومت کو بتا دی تھی کہ پاکستان کے اندر بے شمار مشتبہ امریکیوں کی آمد کا تانتا بندھا ہوا ہے اور وہ بلا روک ٹوک پاکستان کے کسٹم اور امیگریشن ضوابط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس طرح وارد ہوتے ہیں، جیسے یہ ان کا مفتوحہ علاقہ ہو۔ ایسے کئی واقعات اخبارات میں شائع ہوئے کہ ایئر پورٹ پر امریکی اپنے ہمراہ بڑے بڑے مقفل صندوقوں میں بند سامان لائے اور کسٹم کے عملے کو ہاتھ نہیں لگانے دیا۔ اگر کسی فرض شناس افسر نے ضابطے کے مطابق ان کی تلاشی لینا چاہی تو امریکیوں نے انہیں دھمکیاں دیں اور اپنے قونصل خانے یا سفارت خانے سے رابطہ کیا، جس کے بعد متعلقہ افسر کو ٹیلی فون موصول ہوا کہ وہ انہیں بغیر تلاشی لیے جانے دے۔ کیا کوئی پاکستانی امریکی امیگریشن سے اس طرح گزر سکتا ہے؟ پھر امریکیوں کو کیوں چھوٹ دی جاتی ہے؟ اس کا ذمہ دار کوئی تو ہوگا جو امریکی ایجنٹوں کی میزبانی کرتا ہے۔

آئی ایس آئی کے افسران نے حکومت سے شکایت کی کہ امریکا میں پاکستان کے سفارت خانے نے اختتام ہفتہ چار سو امریکیوں کا پاکستان جانے کے لیے ویزا جاری کر دیا اور 14 جولائی 2010ء کو حکومت نے ویزے کے امیدواروں کی ایجنسیوں کے ذریعے چھان بین کی پابندی ختم کر دی۔ (ڈان 18 فروری 2011ء)

واضح رہے کہ یہ نرمی امریکی اور بھارتی شہریوں کے لیے برتی گئی تھی۔ میں نے اپنے کالم میں مبینہ پُراسرار امریکی اور بھارتی شہریوں کی آمد کا ذکر کیا ہے، جنہیں بڑے مختصر وقت میں پاکستانی سفارت خانے سے ویزا جاری کیا گیا تھا۔ ان میں کچھ خواتین کا بھی ذکر کیا گیا تھا، جن کی شخصیت پراسرار نظر آتی تھی۔ جولائی 2010ء میں 436 امریکیوں کو ''سرکاری کاروبار'' ''این جی او ڈیوٹی'' یو ایس ایڈ، امریکی فوجی کام US ARMY ASSIGNMENT اور ''ڈائن کور'' کے تحت ویزے جاری کیے گئے۔ 14 جولائی 2010ء کو ویزے کی نرمی کے بعد 6 ہفتوں کے اندر 862 امریکی سفارت کاروں اور حکام سمیت 1445 امریکیوں کو ویزے جاری کیے گئے۔ یہاں تک کہ متحدہ عرب امارات میں پاکستانی سفارت خانے سے یکم مارچ سے 30 جون تک 150 بھارتی اور 86 امریکی باشندوں کو بغیر کسی چھان بین کے ویزے جاری کیے گئے۔ یہ قانون کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ ان ویزوں کی درخواستیں فوراً منظور کر لی گئیں اور چھٹی کے دن دفتر کھول کر ویزے جاری کیے گئے۔ (جنگ 25 فروری 2011ء)

حیرت تو اس بات پر ہے کہ پاکستانی سفارت خانہ امریکا کے سامنے نہ جھکنے کا دعویٰ کرنے والے وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی کے دور میں چور دروازے سے مشتبہ امریکی اور بھارتی شہریوں کو پاکستان میں داخل کرتا رہا اور وہ خاموش رہے۔ اس بھرمار کا نتیجہ یہ ہوا کہ پاکستان میں امریکی سفارت خانے کے حکام کی تعداد بغیر کسی معاہدے کے 280 سے تجاوز کر کے ایک ہزار تک پہنچ گئی۔ (جنگ 25 فروری 2011ء)

ہم یہ جاننا چاہیں گے کہ کس وزارت نے 14 جولائی 2010ء کو ویزے کے امیدواروں کی ایجنسیوں کے ذریعے چھان بین کی پابندی ختم کر دی؟ بظاہر یہ اختیار اندرون ملک امور سلامتی سے متعلق محکمے کو حاصل ہوتا ہے، جو وزارت داخلہ کے تابع ہوتا ہے۔ ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے کہ یہ کس وزارت کی ذمہ داری ہے، بلکہ صرف اس سے غرض ہے

کہ یہ وفاقی حکومت کی بے ضابطگی ہے، جس کے باعث ملک امریکا کے کرائے کے قاتلوں کی آماجگاہ بن گیا ہے۔اب تو یہ واضح ہوتا جارہا ہے کہ ملک میں طالبان کے نام سے جاری دہشت گردی، قتل و غارت گری، تخریب کاری میں کس کا ہاتھ ہے؟

ریمنڈ ڈیوس کی گرفتاری سے امریکا کا گھناؤنا مجرمانہ چہرہ بے نقاب ہوگیا ہے اور اب عوام جان گئے ہیں کہ جی ایچ کیو، فوجی چھاؤنیوں، خفیہ ایجنسیوں، سرکاری تنصیبات پر کیے جانے والے بم حملوں کے پیچھے کون ہے؟ لاریب فیہ۔نادیدہ ہاتھ شیطان بزرگ امریکا کا ہے، لیکن اب یہ نادیدہ نہیں رہا۔ریمنڈ جیسے 364 یا اس سے بھی زیادہ کرائے کے قاتل اور جرائم پیشہ امریکی ہمارے ملک میں نقب زنی کرتے ہیں، شہریوں کو قتل کرتے ہیں، مساجد و مدارس اور مزاروں پر بم دھماکے کرتے ہیں اور جب رنگے ہاتھوں پکڑے جاتے ہیں تو ''سفارت کار'' بن کر اپنے سات خون معاف کرا لیتے ہیں!

یہ خبر بھی گرم ہے کہ امریکی سی آئی اے کے سربراہ لیون پینٹا نے آئی ایس آئی کے سربراہ لیفٹیننٹ جنرل احمد شجاع پاشا سے ٹیلی فون پر ریمنڈ ڈیوس کے معاملے پر بات کی، جبکہ اوباما انتظامیہ نے ریمنڈ کے بدلے عافیہ صدیقی کی رہائی کی پاکستان کی تجویز مسترد کردی۔ پہلے امریکا نومبر 2008ء میں ممبئی میں کی گئی واردات کا مقدمہ (جس میں آئی ایس آئی کے سربراہ کو فریق بنا کر طلب کیا گیا ہے) واپس لینا چاہتا تھا لیکن اب اس نے اسے ریمنڈ کی رہائی سے مشروط کردیا ہے۔علاوہ ازیں وہ پاکستان میں سی آئی اے کی سرگرمیوں کے بارے میں پاکستان کو اس شرط پر باخبر رکھنے پر تیار ہے کہ پاکستان بھی اسے عسکریت پسندوں کے بارے میں معلومات فراہم کرتا رہے۔اسے شکایت ہے کہ پاکستان امریکا کو ان کے بارے میں ساری معلومات نہیں فراہم کرتا (ڈان یکم مارچ 2011ء)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آئی ایس آئی اور سی آئی اے میں اس وقت اعتماد کا بحران اٹھ کھڑا ہوا ہے، جسے دونوں ایجنسیوں کے سربراہ ختم کرنا چاہتے ہیں۔یہاں ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ کوئی بھی آزاد ریاست کسی غیر ملک کی خفیہ ایجنسیوں کو اپنے شہریوں کے قتل، اغوا اور قید کی کیونکر اجازت دے سکتی ہے، جیسے پاکستان نے دے رکھی ہے۔ حکمرانوں کو یہ نہ بھولنا چاہیے کہ اب عوام بیدار ہوگئے ہیں اور ان غیر ملکی ایجنٹوں اور دہشت گردوں سے اپنی حفاظت کا عزم کر چکے ہیں۔(بشکریہ روزنامہ ''اسلام'')

یادِ رفتگاں

تادم آخر دمے غافل نہ باش

شاہ وارث

4 فروری بروز جمعہ ملتزم رفیق گل حلیم اپنے والدین، بہن بھائی، بیوی اور اپنے چار چھوٹے بچوں کو روتے ہوئے چھوڑ کر اس فانی دنیا سے اس طویل سفر پر روانہ ہوئے جہاں ہم سب کو ایک نہ ایک دن جانا ہے۔ گل بھائی نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے بعد مقامی تنظیم دیر کے ہفتہ وار اجتماع میں شریک تھے اور اسی دوران انہیں دل کی تکلیف ہوئی۔ڈاکٹر صاحب کے پاس لے جا کر اُن کا معائنہ کروایا گیا، مگر مہلت عمر پوری ہو چکی تھی۔ سو رات 9 بجے کے قریب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔
اناللہ وانا الیہ راجعون۔

گل بھائی کی عمر 40 سال تھی اور ایک پرائمری سکول میں معلم کی ذمہ داری نبھا رہے تھے۔ چند سال پہلے انہوں نے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی تھی۔ مگر اپنی محنت شاقہ، شوق، لگن اور سعیٔ مسلسل کی بدولت بہت سوں سے آگے نکل گئے۔وہ اپنی ذات میں ایک تنظیم تھے، ان تھک محنت کرنے والے ساتھی اور ایک سچے اور بے لوث رفیق۔دعوتی کام میں اُن کی لگن کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ہر اشاعت پر ندائے خلافت کے 50، میثاق کے 30 اور حکمت قرآن کے 10 شمارے گھروں اور دکانوں میں جا کر تقسیم کرتے تھے۔رسالہ دیتے وقت مخصوص مضامین کا بطور خاص مطالعہ کرنے کا کہتے۔ اجتماعات میں حاضری، انفاق کی ادائیگی، کورس کا مطالعہ، حلقہ قرآنی کا انعقاد، دعوتی سرگرمیاں، خصوصی مہمات، رُفقاء واحباب سے رابطہ اور دیگر تنظیمی سرگرمیوں میں وہ ایک مثالی رفیق تھے۔ دیر میں تنظیمی فکر کو عام کرنے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ان کا حلقۂ احباب وسیع تھا۔اپنے گھر، محلہ، گاؤں اور علاقہ کے لوگوں کو تنظیمی فکر سے متعارف کرانے کی ایک دُھن تھی جو انہیں مسلسل متحرک رکھتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی وفات پر کئی حضرات سے سننے میں آیا کہ تنظیم اسلامی ایک بہت متحرک، فعال، مخلص کارکن سے محروم ہوگئی۔گل بھائی کے ایک حبیب نے بڑے دکھ بھرے انداز میں بتایا کہ ''کل ہی میثاق لے کر مجھ سے ملنے آئے تھے۔'' کوئی کہہ رہا تھا کل ہی ندائے خلافت دے کر گئے تھے۔کوئی کہہ رہا تھا پرسوں فلاں کتاب پڑھنے کو دی تھی۔کوئی ان کی جانب سے سی ڈی ملنے کا کہہ رہا تھا۔الغرض ہر زبان سے ان کا ذکر خیر ہو رہا تھا۔

شائد ان تمام تر خوبیوں اور خلوص کا نتیجہ تھا کہ شدید بارش اور سردی کے باوجود جنازہ میں لوگوں کی بڑی تعداد شریک ہوئی۔ ہر چہرے پر ایک رنج و ملال، حزن و غم اور اندوہ کی کیفیت طاری تھی۔ہر شخص مغموم تھا اور ہر آنکھ رنجیدہ، پریشان اور اشکبار تھی۔گل بھائی کی تنظیمی سرگرمیوں میں جو تحریک ہوا کرتی تھی، ان کے جنازے کا بھی بالکل وہی منظر تھا۔یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے گل بھائی نے کسی تنظیمی اور دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا ہوا ہے۔وہ اپنی ذات میں ایک تحریک، ایک لہر اور تلاطم تھے جو اب نہیں رہے۔انہیں جو مہلت عمر ملی اُس میں دعوت دین کے حوالے سے اُن کا یہی شیوہ رہا کہ کرتے کرتے مرنا ہے اور مرتے مرتے کرنا ہے۔گل بھائی کی زندگی سے ہمیں جو اہم سبق ملتا ہے، وہ یہ ہے کہ
تادم آخر دمے غافل نہ باش

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ گل بھائی کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرما کر انہیں اپنی جوار رحمت میں خصوصی جگہ عطا فرمائے، ان کے لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے اور ان کے معصوم اور پھول جیسے خوبصورت اور نازک یتیم بچوں کا پشت پناہ، مددگار اور حامی و ناصر ہو۔ آمین یارب العٰلمین

حلقہ پشاور کا سہ ماہی پروگرام اور امیر محترم کا سالانہ دورۂ حلقہ پشاور

کسی بھی نظریاتی جماعت کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے کارکنان کو دعوت کی اساسات کی یاددہانی کراتی رہے اور اساسی نظریے کی بنیاد پر ان کی فکری و عملی تربیت کرتی رہے، تاکہ اُن میں اپنی دعوت کی حقانیت پر یقین میں اضافہ ہو اور قربانی کا جذبہ پیدا ہو۔ تنظیم اسلامی بھی ایک نظریاتی جماعت ہے اور وہ اپنے رفقاء کے قلوب واذہان میں اپنی دعوت وفکر کو پیوست کرنے کے لیے گاہے بہ گاہے مختلف قسم کے اجتماعات کا انعقاد کرتی ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی تنظیم اسلامی حلقہ پشاور کا سہ ماہی تنظیمی اور تربیتی اجتماع تھا 5،6 فروری 2011ء کو منعقد ہوا۔ اجتماع کی خاص بات یہ تھی کہ اس کے ساتھ امیر محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کا سالانہ دورۂ حلقہ پشاور بھی منسلک کر دیا گیا، تاکہ زیادہ سے زیادہ رفقاء اس پروگرام میں شامل ہوسکیں۔ اجتماع کا آغاز بعد نماز عصر ہوا۔ امیر حلقہ میجر (ر) فتح محمد نے ابتدائی کلمات کے بعد رفقاء سے اجازت چاہی کہ ناظم اعلیٰ اظہر بختیار خلجی حفظہ اللہ لاہور سے تشریف لا رہے ہیں اور بعد نماز مغرب امیر محترم کے ہمراہ شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم مولانا الطاف الرحمٰن بنوی سے ملاقات کریں گے۔ بعد ازاں راقم الحروف (ناظم حلقہ) نے ابتدائی کلمات میں رفقاء پر زور دیا کہ وہ پروگرام میں تصحیح نیت کے ساتھ شرکت کریں کہ اللہ کی رضا اور آخرت کی فلاح ہی ہمارا نصب العین ہے۔ پھر جن مقاصد کے حصول کے لیے ہم تنظیم میں شامل ہوئے، مختلف خطابات اور بیانات کے ذریعے ان کی تذکیر مقصود ہے۔ ان مقاصد کو تازہ کریں اور اپنے دلوں سے زنگ اور غبار دور کریں۔ ایک دوسرے سے بالخصوص دوسری مقامی تناظیم کے ساتھیوں سے تعارف حاصل کریں اور اجتماع کے نظم کی پابندی کریں۔ بعد ازاں رفقاء کا باہمی تعارف ہوا۔

بعد نماز مغرب تنظیم اسلامی پشاور صدر کے امیر جمشید عبداللہ نے سورۃ المومنون کی ابتدائی آیات کا درس دیا اور تعمیر سیرت کے لوازم بیان کیے۔ بعد از نماز عشاء راقم نے انفاق فی سبیل اللہ کے موضوع پر خطاب کیا۔ حاضرین کو بتایا گیا کہ کسی بھی تحریک کے لیے انفاق فی سبیل اللہ ایک لازمی امر ہے۔ اگر اس کے بغیر دین کا کام ہوسکتا تو نبی کریم ﷺ اس کی کبھی اپیل نہ فرماتے۔ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ذمہ قرض قرار دیتا ہے۔ بتایا گیا کہ انفاق کی کچھ شرائط بھی ہیں مثلاً مال طیب ہو۔ اللہ کی رضا کے لیے خرچ کیا جائے۔ ان طریقوں پر خرچ کیا جائے، جن پر نبی ﷺ نے خرچ کیا اور بعد از انفاق احسان نہ جتلایا جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں خرچ کرنے پر 700 گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ اجر کا وعدہ کرتا ہے۔ اس کے بعد مذاکرہ ہوا۔ موضوع تھا ”نظم بالا اور نظم زیریں (قوانین اور جذبات)“۔ امیر تنظیم اسلامی نوشہرہ قاضی فضل حکیم نے اس کو کنڈکٹ کیا۔ مذاکرہ میں رفقاء نے بھرپور حصہ لیا اور اپنی اپنی آراء کا اظہار کیا۔ آخر میں قاضی فضل حکیم نے کہا کہ امراء کو اپنی شخصیت کو مرکز محبت بنانا ہوگا کہ لوگ شخصی طور پر ان سے محبت کریں۔ مذاکرہ کے بعد کھانے اور سونے کا وقفہ ہوا۔

دوسرے روز بعد نماز فجر تنظیم اسلامی پشاور غربی کے رفیق عبدالناصر صافی نے درس قرآن دیا۔ سورۃ الحج کے آخری رکوع، سورۃ المزمل اور سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات کے حوالے سے انہوں نے دینی فرائض کو واضح کیا۔ درس قرآن کے بعد مدرسین حضرات کا عربی گرائمر ٹیسٹ ہوا۔ ناشتا کے بعد نائب ناظم اعلیٰ خالد محمود عباسی نے تنظیم اسلامی اور دوسری ہم عصر تحریکات اور افکار کا تقابلی جائزہ پیش کیا اور سر دست جو تحریکات سرگرم عمل ہیں، ان کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر بیان کیا۔

9 بجے امیر محترم حافظ عاکف سعید صاحب صدر انجمن خدام القرآن محترم ڈاکٹر محمد اقبال صافی کے ہمراہ تشریف لائے۔ سب سے پہلے امیر حلقہ نے حلقہ کا تعارف اور اعداد و شمار پیش کیے اور مقامی امراء کا تعارف کروایا۔ امراء نے نقباء اور نقباء نے نئے شامل ہونے والے رفقاء کا تعارف پیش کیا۔ بعد ازاں امیر محترم نے سالانہ دورۂ حلقہ کی غرض و غایت بیان کی کہ اس کا مقصد رفقاء کے ساتھ براہِ راست ملاقات اور ان کی جانب سے سوالات، تجاویز، اشکالات کو براہِ راست سننا ہے۔ بعد ازاں سوال و جواب کی نشست ہوئی، امیر محترم نے سوالوں کے جوابات دیئے۔ اس کے بعد انہوں نے اختتامی خطاب فرمایا جس میں رفقاء کو دعوت کا کام تیز کرنے پر زور دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہر رفیق ذاتی دعوتی کام میں اپنا حصہ ڈالے اور اگرچہ مطلوب تو یہ ہے کہ چار احباب زیر دعوت رہیں۔ لیکن اگر چار نہیں تو کم از کم ایک حبیب تو ضرور زیر دعوت رہنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم 100 افراد کو ٹارگٹ بنائیں تو پھر ہی دو چار افراد تنظیم میں آئیں گے۔ انہوں نے کہا کہ دعوت واقامت دین کی کٹھن ذمہ داری کو ادا کرنے میں جو رکاوٹیں پیش آئیں، ہمیں چاہیے کہ ان میں اللہ کو اپنا سہارا بنائیں اور تعلق باللہ کو مضبوط بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ سالانہ اجتماع کے موقع پر رفقاء کو جو اہداف دیئے گئے ہیں ان کے حصول کی کوشش کی جائے۔ دن 12 بجے یہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔

بعد ازاں ذمہ داران کے ساتھ امیر محترم کی خصوصی میٹنگ ہوئی، جس میں ذمہ داران کا تفصیلی تعارف ہوا اور مختلف ایشوز زیر بحث آئے۔ ظہرانہ پر یہ میٹنگ اختتام کو پہنچی اور امیر محترم، ناظم اعلیٰ اور نائب ناظم اعلیٰ واپس لاہور روانہ ہوگئے۔ (مرتب: خورشید انجم)

اسرہ چکوال کے تحت درس قرآن

منفرد اسرہ چکوال کے تحت 9 جنوری 2011ء صبح 10 بجے دفتر اسرہ چکوال اعجاز پلازہ میں درس قرآن ہوا۔ درس کے لیے خصوصی طور پر ناظم حلقہ پنجاب پوٹھوہار مشتاق حسین کو دعوت دی گئی تھی۔ مدرس نے سورۃ القصص کے آخری رکوع کی روشنی میں قارون کے واقعے کے حوالے سے اللہ کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ بندوں کے فرق کو بڑی خوبصورتی سے واضح کیا۔ اس پروگرام میں مقامی رفقاء کے علاوہ تقریباً 60 احباب نے شرکت کی۔ شرکاء کی جانب سے پروگرام کو بہت سراہا گیا، اور اس خواہش کا اظہار کیا گیا کہ آئندہ بھی اِس طرح کے پروگرام تسلسل سے منعقد کیے جائیں۔ پروگرام کے اختتام پر رفقاء اور احباب کو کھانا کھلایا گیا۔ یہ پروگرام دن 12 بجے اختتام پذیر ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہمیں اپنی رضا نصیب فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی مالاکنڈ کے تحت دعوتی مہم

اسلام کے حرکی تصور کو عام کرنے اور لوگوں میں دینی ذمہ داریوں کا شعور بیدار کرنے کی غرض سے تنظیم اسلامی حلقہ مالاکنڈ کے تحت ماہ جنوری میں ایک بھرپور دعوتی مہم چلائی گئی، جو

اصلاح فکر و نظر کے لیے ایک انتہائی مفید کتاب
انوار ہدایت
کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوگیا ہے
از پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
- نئے ایڈیشن میں 17 مضامین کا اضافہ کیا گیا ہے۔
- کتاب مفید علمی اور اصلاحی مضامین پر مشتمل ہے
- انداز بیان سادہ اور دلنشین ہے
- مضامین قرآن وسنت کی تعلیمات اور تعامل صحابہ کے آئینہ دار ہیں
414 صفحات کی اس کتاب کا ہدیہ صرف 235 روپے
ملنے کا پتہ: مکتبہ خدام القرآن
36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور، فون 3-042-35869501

مساجد میں بیانات، فہم دین پروگراموں، انفرادی ملاقاتوں اور تقسیم لٹریچر پر مشتمل تھی۔ اس دوران ہزاروں افراد تک دین کا پیغام پہنچایا گیا اور تنظیم کا لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ رفقاء نے اس مہم میں بھرپور حصہ لیا اور اس طرح جان، مال اور وقت کے انفاق کا عملی مظاہرہ کیا۔

مشورے کے تحت حلقہ کو جو پورے مالاکنڈ ڈویژن پر مشتمل ہے، مختلف روٹس کے تحت تقسیم کیا گیا اور اس کی مقامی رفقاء کو اطلاع دی گئی۔ ہر روٹ کے لیے ایک دعوتی ٹیم مقرر کی گئی، جس میں امیر سمیت تین سے پانچ ارکان شامل تھے۔ مقامی رفقاء نے بطور رہبر کام کیا، اور ٹیم کے آنے سے پہلے مقامات اور پروگراموں کا تعین کیا۔ ان پروگراموں میں مختلف مساجد میں نماز کے بعد بیان، فہم دین پروگرام، انفرادی ملاقاتیں اور لٹریچر کی تقسیم شامل تھی۔

تقریباً 120 مساجد میں بیانات، 35 فہم دین پروگرام، 50 انفرادی ملاقاتوں اور ہزاروں کی تعداد میں دعوتی کتب، پمفلٹ اور جرائد کی تقسیم کا اہتمام کیا گیا۔ اس مہم میں جن رفقاء نے حصہ لیا، اور جن احباب نے تعاون کیا، اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے اور ہم سب کو رضائے الٰہی کے حصول اور اقامت دین کی کوششوں میں ہر قسم کی قربانی کی توفیق اور استقامت عطا فرمائے۔ (آمین) (مرتب: احسان الودود)

تنظیم اسلامی میر پور (حلقہ پوٹھوہار) کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام

30 جنوری 2011ء کو تنظیم اسلامی میر پور حلقہ پوٹھوہار کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ پروگرام کا آغاز سورۃ البقرہ کی آیت 177 کے درس سے ہوا۔ یہ درس راقم نے دیا۔ اس کے بعد سید محمد آزاد نے سورۃ البقرہ کی آیت 208 کی روشنی میں پر مغز گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ اسلام میں پورا داخلہ مطلوب ہے، جزوی اطاعت قابل قبول نہیں۔ انہوں نے کہا کہ امت مسلمہ اسلام پر پوری طرح عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے آج ذلت و پستی کا شکار ہے۔ شبیر حسین نے کلمہ کا مفہوم اور اس کے تقاضے بیان کیے۔ سید اعظم گیلانی نے حالات حاضرہ پر روشنی ڈالی اور اس کے متعلق ایک نظم سنائی جو موجودہ حالات کی عکاس تھی۔ امیر مقامی تنظیم فیاض اختر میاں نے سورۃ الکہف کی چند آیات اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں فتنہ دجال پر تفصیل سے گفتگو کی۔ اُن کے بیان کے بعد نقیب اسرہ میر پور افتخار احمد نے توہین رسالت کی سزا کے حوالے سے مدلل بیان کیا۔ انہوں نے قرآن مجید، احادیث مبارکہ، اجماع صحابہ، اجماع اُمت کی روشنی میں اور برطانیہ، متحدہ ہندوستان اور پاکستان کے دساتیر کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ثابت کیا کہ توہین رسالت کے مرتکب کی سزا قتل ہے۔ یہ سزا صرف حضور ﷺ کی توہین کے متعلق نہیں بلکہ ہر نبی اور رسول کی توہین پر سزائے موت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء و رسل کی توہین پر بھی یہی سزا ہے۔ اِس سزا میں کمی یا ترمیم کا مطلب مسلمانوں اور دیگر اقوام میں افتراق اور انتشار کا بازار گرم کرنا اور خاص طور پر پاکستان میں بے چینی، عدم استحکام اور بدامنی کی فضا پیدا کرنا ہے۔ آخر میں شرکاء سے تجاویز لی گئیں۔ ظہر کے وقت دعا پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ اس پروگرام میں 10 احباب اور 18 رفقاء شریک ہوئے۔ (مرتب: غلام سلطان)

ضرورت رشتہ

☆ ہمیں اپنے نیک سیرت اور خوش شکل بیٹے، عمر 30 سال، تعلیم ایم اے، بی ایڈ، ایم ایڈ (سپیشل ایجوکیشن) گورنمنٹ ٹیچر کے لیے دینی مزاج کی حامل، تعلیم یافتہ، نیک سیرت و خوبصورت لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0333-7554440

☆ تنظیم اسلامی کے رفیق عمر 25 سال، تعلیم ایم فل، ایم ایس سی برسر روزگار آرائیں فیملی سے تعلق کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0336-4567391/0334-6526328

☆ سیالکوٹ میں رہائش پذیر سید فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 28 سال، تعلیم ACMA، CA، CIMA، MA Economics سعودی عرب میں آڈیٹر کے لیے لاہور، گوجرانوالہ یا سیالکوٹ سے دینی گھرانے کی دراز قد ایم بی بی ایس یا ایم ایس سی انجینئرنگ لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے۔ برائے رابطہ: 0333-8683865

☆ لاہور میں مقیم 38 سالہ شخص کو جس کی پہلی بیوی سے علیحدگی ہو چکی ہے، دوسری شادی کے لیے دینی مزاج کی حامل کنواری، بیوہ یا مطلقہ خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ پہلی بیوی سے کوئی اولاد نہیں ہے۔ برائے رابطہ: 0300-8887044

دعائے مغفرت کی درخواست

- تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی (گلزار ہجری) کے مبتدی رفیق سلیم احمد صدیقی کی والدہ محترمہ رحلت فرما گئیں
- حلقہ کراچی جنوبی کی تنظیم سوسائٹی کے معتمد نعمان آفتاب کے تایا جان دارِ فانی سے کوچ کر گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

اللھم اغفرلھم وارحمھم وادخلھم فی رحمتك وحاسبھم حساباً یسیراً

دعائے صحت کی درخواست

حلقہ کراچی جنوبی کی تنظیم ڈیفنس کے رفیق جناب غلام حسین دل کے گردے کا آپریشن ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کی درخواست ہے۔

تنظیمی اطلاع

حلقہ کراچی شمالی کی مقامی تنظیم نیو کراچی کی تقسیم اور امراء کا تقرر

مقامی تنظیم نیو کراچی کے حجم کے پیش نظر اُس کی دو حصوں ''نیو کراچی'' اور ''سرجانی ٹاؤن'' میں تقسیم کے بعد دونوں تنا ظیم میں امراء کے تقرر کے لیے امیر حلقہ کی جانب سے موصولہ اُن کی اپنی سفارش اور رفقاء کی آراء کی روشنی میں امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 10 فروری 2011ء میں مشورہ کے بعد ''نیو کراچی'' کے لیے مصطفیٰ عمر جنیدی اور ''سرجانی ٹاؤن'' کے لیے طارق امیر پیرزادہ کو مقامی امیر مقرر فرمایا۔

کتابِ ملتِ بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے

''اسلام ایک تحریک ہے'' کے موضوع سے دلچسپی لینے والوں کے لیے نادر موقع

10 روزہ فہم قرآن وسنت کورس

سیرتِ محمدیؐ کی روشنی میں

19 تا 28 مارچ

بمقام

مضامین: تفسیرِ قرآن اڑھائی پارے، منتخب احادیث، تجوید، اہم موضوعات پر لیکچرز

برائے رابطہ
0333-6402544
0334-2181080

زیر اہتمام تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر، بہاولپور / بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ / امیر: حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ

Maybe Allah will show you from us what will bring pleasure to your eyes."

Among them was Sayyedna Jareer ibn Abdullah ﷺ. Once he sent his servant to buy a horse. The servant made a deal for 300 dirham and brought the seller with him so he could be paid. Sayyedna Jareer ibn Abdullah ﷺ looked at the horse and realized that the seller had undervalued it. "Would you sell it for 400?" he asked. The seller agreed. "How about 500?" He continued his unusual "bargaining" and finally bought the horse for 800 dirham. He was later asked why he did so. "The seller was not aware of the true value of this horse," he explained. "I have simply given him a fair price because I had promised to Prophet Muhammad ﷺ to always be sincere and a well-wisher for every Muslim."

Among them was the unnamed person who was wearing a gold ring. It is prohibited for Muslim men to wear gold. The prophet ﷺ took his ring and threw it on the ground, saying it was like wearing burning charcoal from Hell. Later on, people suggested to him to pick-up the ring as it could be used for other legitimate purposes. But he refused saying, "No, by Allah, I will never take it when it has been thrown away by the Messenger of Allah."

These are just some random glimpses into the lives and minds of the great Companions. Their life accounts are full of such examples. They accepted his Prophethood from bottom of their hearts, knowing fully what that meant. From that point on, their lives revolved entirely around this belief. They loved the Prophet ﷺ more than anybody else in the world. They intently observed his actions and listened to his words. They remembered him all the time. They obeyed each and every one of his commands. They never said, "This is only a Sunnah," meaning it can be ignored. They never asked why a command was given. They never sought excuses. Within the home and outside it, in business or on the battlefield, in their private gatherings or in the courts of kings and emperors, everywhere they were the most obedient servants of Allah ﷻ and the most obedient followers of the Prophet ﷺ. None of them ever celebrated the Prophet's birthday. They did not need to have a day or a month devoted to the Prophet ﷺ, because they had devoted their entire lives to him.

Today our lives and our outlooks bear little resemblance to theirs. We praise but do not listen to him; we claim to love, but refuse to follow; we claim to believe but lead lives like those who don't. We emphasize what the Companions ignored and ignore what they emphasized. They loved the Prophet ﷺ and had their lives to show for it. And we? Can we honestly say that we love the Prophet ﷺ as he should be loved?

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

"مرکز تنظیم اسلامی A-67 علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور" میں

ملتزم تربیتی کورس

20 تا 26 مارچ 2011ء

(بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

اور

"مسجد بنت کعبہ N-866 پونچھ روڈ سمن آباد لاہور" میں

سالانہ مدرسین ریفریشر کورس

25 تا 27 مارچ 2011ء

(بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ رفقاء ان میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

المعلن: مرکزی شعبہ تربیت / برائے رابطہ (042)36316638-36366638 0333-4311226

Khalid Baig

LOVING THE PROPHET ﷺ

On the 12th of Rabi-ul-Awwal, Muslims all over the world hold special gatherings to commemorate and celebrate the birthday of Prophet Muhammad ﷺ. The special programmes attract huge numbers of Muslims. There can be no two opinions among the believers that remembering the Prophet ﷺ and learning about his life example are highly meritorious acts. The *milad* celebrations show the deep love and devotion that all the believers have for the Messenger of Allah, Muhammad ibn Abdullah ﷺ. This love and devotion remains a distinct characteristic of Muslims throughout the centuries.

However, while the fact of this love has not changed, its nature has. It has taken different forms than what we find in the early generations. The Companions were the special people who came in direct contact with Allah's Messenger ﷺ, learned from him, joined his struggle, gave the most sacrifices for it, devoted their lives for his mission, and earned the credentials for being the model disciples, followers, and devotees.

Among them was Sayyedna Mus`ab ibn Umair ؓ. As a young pagan in Makkah, he was the best dressed, the best cared for youth. Clad in the most expensive silk and wearing the best perfumes, he would leave a trail of fragrance he passed by. Then something happened. He met the Prophet ﷺ, and his message penetrated the depth of his heart. Life changed drastically. His pagan mother, who used to love him before, now despised him and began to punish him severely. His was a transformation from riches to rags. Once the Prophet ﷺ saw him covering his body with a patched up old hide and showing signs of the rough life he had embraced. He said, "I saw this young man some years ago in Makkah. There was none at that time who was more handsome, was living a more luxurious life, or was better dressed than him. But today he has sacrificed all the comforts of this life for the love of Allah and His Prophet." He was the first teacher of the *Ansar* in Madinah and the standard bearer of the *Muhajireen* in Badar. When he was martyred in Uhad, there was not enough cloth to cover his body completely; grass was used to supplement the small burial cloth. According to some reports, the Prophet ﷺ stood by his body and recited the verse:

> "From among the believers there are some men who fulfilled their pledge with Allah. [*Al-Ahzaab*; 33:23]

Among them was Sayyedna Sa`d ibn Mu`az ؓ, the leader of the *Ansar*. The *Ansar* had provided hospitality and protection to the Prophet ﷺ and the Makkan Muslims, but soon they faced a bigger challenge. Would they be ready to fight against the much larger and better equipped Makkan army? His powerful words in the meeting before Badar captured the spirit of their commitment. "O Rasul Allah ﷺ! We have believed in you, affirmed your Prophethood, and pledged obedience. By Allah, Who has sent you as a Messenger, if you were to command us to jump into the ocean we would do that. Not one soul among us would remain behind .....